عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

INTERNATIONAL URDU WEEKLY — KHATM-E-NUBUWWAT — KARACHI PAKISTAN

ہفت روزہ ختم نبوۃ

جلد نمبر ۲۰ — ۸ تا ۱۴ رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ بمطابق ۲۳ تا ۲۹ نومبر ۲۰۰۱ء — شمارہ نمبر ۲۷

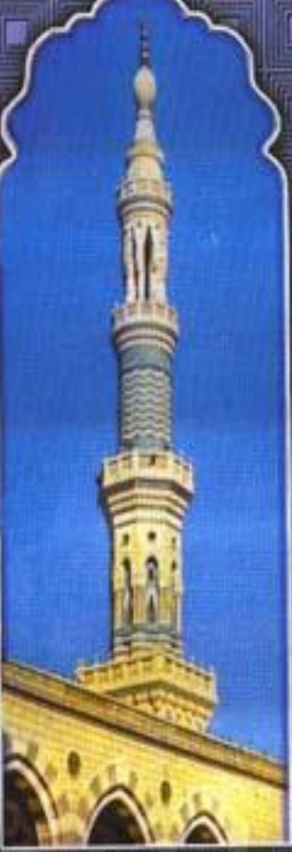

اُجالوں کی بارات

توضیع وتشریح — اَلْعَلِیُّ جل جلالہ

روزہ کے مقاصد

مرزائی اقاویل

رد قادیانیت و عیسائیت کورس چناب نگر

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات

Email: editorkn@yahoo.com
Website: http://www.khatme-nubuwwat.org

س: میری شادی ۱۹۹۶ء میں ہوئی، میرا نام عذا بخاری ہے اور میرے شوہر کا نام جو کہ جرمنی میں رہتے ہیں۔ ان کا نام سید تصور حسین شاہ ہے جب میری شادی ہوئی اس وقت ہمیں یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ قادیانی ہیں اصل میں وہ میرے کزن ہوتے ہیں۔ میرا ایک بیٹا ہے جو کہ اب چار سال کا ہونے والا ہے جب میرا بیٹا چھ ماہ کا تھا اس وقت میں اپنے سسرال گئی تھی۔ اپنے شوہر کے ساتھ تو میں نے ان کے گھر کا ایک عجیب ماحول دیکھا، ہماری دعوت ان کے کسی ملنے والوں نے کی میں ان کے گھر گئی تو باتوں باتوں میں انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ تم قادیانی ہو میں نے کہا کہ نہ تو میں قادیانی ہوں اور نہ ہی میرے سسرال والے تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ تم جھوٹ بولتی ہو۔ تمہارا شوہر تو ابھی قادیانیوں کے فنڈ کے لئے ۸۰ ہزار روپے دے کر گیا ہے اور تمہارا سسر یہاں قادیانی عبادت گاہ کا امام ہے اور انہوں نے مجھے کچھ تصویریں دکھائیں جن میں میرے شوہر قادیانی خلیفہ کے آگے جھکے ہوئے تھے تو اس وقت مجھے بہت شاک لگا لیکن میں وہ ثبوت کسی بھی طرح سے حاصل نہ کر سکی اس کے بعد میں نے گھر آ کر کچھ نہیں کہا ایک دن میری جٹھانیوں نے زبردستی مجھ سے کہا کہ چلو نماز پڑھ کر آتے ہیں اور درس لے کر آتے ہیں تو میں نے ان سے کہا کہ یہ سب آپ لوگ غلط کر رہے ہیں تو انہوں نے مجھے بتایا کہ تمہارا شوہر اور یہ سارا گھر قادیانی ہے۔ اس کے بعد میں نے اپنے شوہر سے پوچھا تو وہ خاموش ہو گئے۔ اس دن کے بعد سے میں نے اپنے شوہر سے کوئی رابطہ نہیں رکھا اور نہ ہی اس نے مجھے خرچہ دیا اور نہ ہی میں نے لیا اس کے بعد ایک دن میرے نند کا بیٹا کراچی آیا۔ ہمارے گھر تو اس نے میرے سارے گھر والوں کے سامنے کہا کہ ہم سب قادیانی ہیں حتیٰ کہ میرے شوہر بھی اس کے بعد میرے شوہر پاکستان آئے تو میں نے ان سے آخری مرتبہ پوچھا کہ آپ بتائیں کیا آپ قادیانی ہیں تو انہوں نے کہا میں قادیانی ہوں اور تم جو کر سکتی ہو کر لو ایک بات اور بتاتی چلوں کہ میرے شوہر کے بڑے بھائی داؤد جو کہ حال ہی میں جرمنی گئے ہیں وہ وہاں پر اپنے مذہب کی تبلیغ کرتے ہیں اور وہاں پر جا کر سیٹ ہو گئے ہیں۔

اس لئے میں آپ سے یہ سوال کرتی ہوں کہ

۱۔ کیا میرا اس شخص کے ساتھ رہنا ٹھیک ہے؟

۲۔ کیا میرا نکاح ابھی تک جائز ہے؟

۳۔ کیا شریعت کی رو سے اس کا میرے بچے پر حق ہے؟

۴۔ ہمارا مذہب ہماری شریعت اس کے متعلق کیا کہتی ہے؟

۵۔ کیا اس کے لئے گواہوں کی ضرورت ہے؟

۶۔ کیا میرے حلفیہ بیان پر مجھے فتویٰ دیا جا سکتا ہے؟

یہ میرے سوالات ہیں اور ان کے جوابات میں آپ سے چاہتی ہوں دیگر یہ کہ میرے پاس ان سب باتوں کے کوئی دستی ثبوت تو نہیں ہیں لیکن اس بات کے گواہ میری ماں، بہن، بھائی، بھتیجا اور میرے بھائی کے دوست ہیں جن کے سامنے انہوں نے کہا ہے کہ میں قادیانی ہوں اور تم لوگ جو کر سکتے ہو کر لو۔

الجواب ومنہ الصدق والصواب

۱۔۲ واضح رہے کہ قادیانی بالاتفاق از روئے شریعت محمدیہ (ﷺ) زندیق اور مرتد ہیں اور زندیق وہ شخص ہے جو اسلام کے خلاف عقائد رکھتا ہو۔ اسکے باوجود مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا ہو اور تاویلات باطلہ کے ذریعہ اپنے عقائد کو عین اسلام قرار دیتا ہو اور زندیق کا حکم بعینہ مرتد کا ہے اور مرتد کا نکاح نہ کسی مسلمہ سے ہو سکتا ہے نہ کافرہ سے اور نہ مرتدہ سے لہٰذا آپ کا نکاح قادیانی مرتد سے صحیح نہیں بلکہ باطل محض ہے اس لئے آپ پر فرض ہے کہ آپ اس سے فوراً علیحدگی اختیار کر لیں اور عدت کے گزرنے کے بعد آپ کسی دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہیں۔ جیسا کہ درمختار میں ہے۔ ولا یصلح (ان ینکح مرتداً و مرتدۃ احداً) من الناس مطلقا وفی الشامیۃ (قولہ مطلقاً) ای مسلما او کافرا او مرتدا۔

(فتاویٰ شامی ص ۲۰۰ ج ۳)

۳۔ بچہ پر قادیانی مرتد کا کوئی حق نہیں وہ آپ ہی کے پاس رہے گا کیونکہ بچہ خیر الابوین کے تابع ہوتا ہے اور آپ مسلمان ہیں اس لئے آپ کے تابع ہوگا۔

فقط واللہ اعلم

http://www.khatme-nubuwwat.org

ہفت روزہ ختم نبوۃ

مدیر اعلیٰ: مولانا عزیز الرحمن جالندھری
نائب مدیر اعلیٰ: مفتی محمد جمیل خان
مدیر: مولانا اللہ وسایا

سرپرست اعلیٰ: حضرت خواجہ خان محمد مدظلہ
سرپرست: حضرت سید نفیس الحسینی مدظلہ

جلد: ۲۰ ۸ تا ۱۴ رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ بمطابق ۲۳ تا ۲۹ نومبر ۲۰۰۱ء شمارہ: ۲۷

☆بیاد☆

☆ امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
☆ خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
☆ مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
☆ مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
☆ محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
☆ فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
☆ شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
☆ امام اہل سنت حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
☆ حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
☆ مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

مجلس ادارت

مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، مولانا عبدالرحیم اشعر، مفتی نظام الدین شامزئی، مولانا نذیر احمد تونسوی، مولانا سعید احمد جلال پوری، علامہ احمد میاں حمادی، مولانا منظور احمد الحسینی، صاحبزادہ طارق محمود، مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی، مولانا محمد اشرف کھوکھر

سرکولیشن منیجر: محمد انور رانا، ناظم مالیات: جمال عبدالناصر شاہد
قانونی مشیران: حشمت حبیب ایڈووکیٹ، منظور احمد ایڈووکیٹ
ٹائٹل و تزئین: محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان

اس شمارے میں

رد قادیانیت و عیسائیت کورس چناب نگر .... (اداریہ) 4
مرزائی اقاویل .... (حضرت مولانا اللہ وسایا) 6
روزہ کے مقاصد .... (علامہ سید سلیمان ندوی) 9
اجالوں کی بارات .... (بشریٰ اعجاز) 14
توضیح و تشریح اعلیٰ جل جلالہ .... (مولانا محمد اشرف کھوکھر) 17
اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات .... (حضرت مولانا مفتی خالد محمود) 19

زر تعاون بیرون ملک
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۰ ڈالر
یورپ، افریقہ: ۷۰ ڈالر
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۰ امریکی ڈالر

زر تعاون اندرون ملک
فی شمارہ: ۷ روپے
ششماہی: ۱۷۵ روپے
سالانہ: ۳۵۰ روپے

چیک یا ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت
الائیڈ بینک، بنوری ٹاؤن برانچ اکاؤنٹ ...
کراچی پاکستان ارسال کریں

لندن آفس:
35, Stockwell Green,
London, SW9 9HZ U.K.
Ph: 0207-737-8199

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ ملتان
فون: ۵۱۴۱۲۲-۵۸۳۴۸۶ فیکس: ۵۴۲۲۷۷
Hazoori Bagh Road, Multan.
Ph:583486-514122 Fax:542277

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی فون: ۷۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۷۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A. Jinnah Road, Karachi
Ph:7780337 Fax:7780340

ناشر: عزیز الرحمن جالندھری طابع: سید شاہد حسن مطبع: القادر پرنٹنگ پریس مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۲۵ روزہ ردقادیانیت وعیسائیت کورس

علماء کرام اور مسلمان عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے بھرپور کام کریں

بروز منگل ۱۳/نومبر ۲۰۰۱ء کو چناب نگر کی وسیع وعریض جامع مسجد ختم نبوت میں شیخ المشائخ خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد دامت برکاتہم' جانشین مجاہد ملت امین امت' حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری' مجاہد اسلام مولانا محمد اکرم طوفانی' شاہین ختم نبوت فاتح ربوہ حضرت مولانا اللہ وسایا' جناب صاحبزادہ عزیز احمد' راقم الحروف (حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان) اور مناظر اسلام حضرت مولانا عبداللطیف مسعود نے طلباء کو انعامات اور سند امتیاز سے سرفراز کیا' جنہوں نے گزشتہ ۲۵ دن تک عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور ردقادیانیت وعیسائیت کے موضوع پر تربیتی کورس میں حصہ لیا اور امتحان میں کامیابی حاصل کی۔ اس طرح اس سال ایک سو سے زائد طلباء مبلغ ختم نبوت کی حیثیت سے تحفظ ختم نبوت کے کام کے لئے تیار ہوئے جبکہ گزشتہ چند سال میں مبلغین کی تعداد آٹھ سو سے زائد تھی۔ حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب نے اختتامی تقریر میں بہت خوب بات کہی کہ جس چناب نگر میں مسلمان کے داخلے کا تصور تک نہیں تھا۔ جس ریلوے اسٹیشن پر ختم نبوت زندہ باد کے نعرے لگانے کی پاداش میں نشتر کالج کے نہتے طلباء پر مرزا طاہر کی قیادت میں ایک ہزار سے زائد مرزائی غنڈوں نے حملہ کردیا تھا۔ جس چناب نگر میں مرزا ناصر کو فضائیہ کے جہازوں نے سالانہ جلسہ کے موقع پر سلامی دی تھی۔ جس چناب نگر کو قادیانیوں کی اسٹیٹ کہا جاتا تھا۔ جس چناب نگر میں بیٹھ کر مرزا بشیر الدین محمود نے ۵۱ء میں کہا تھا کہ جلد ہی پاکستان اکھنڈ بھارت بن جائے گا اور لوگوں کو جلد خوش خبری ملے گی۔ جس چناب نگر میں مرزا بشیر الدین نے اعلان کیا تھا کہ ۵۲ء گزرنے نہ پائے گا اور بلوچستان قادیانی اسٹیٹ بن جائے گا۔ جس چناب نگر سے ہر سال پاکستان ختم ہونے کی باتیں کی جاتی تھیں۔ الحمد للہ! آج اس چناب نگر کے ایک بڑے حصہ پر مسلمانوں کی آبادی ہے اور اس آبادی سے سینکڑوں بچے حفظ قرآن اور ناظرہ قرآن کی تعلیم کے لئے آتے ہیں۔ اس سال اس آبادی سے کئی بچے حفظ قرآن کی دولت سے مالا مال ہوئے اور الحمد للہ اس چناب نگر میں ہر سال علمائے کرام عقیدہ ختم نبوت کی صدائیں اور ترانے ختم نبوت کانفرنس میں بلند کرتے ہیں' جبکہ ہر سال شعبان المعظم میں سینکڑوں علماء کرام تربیتی کورس میں شرکت کرتے ہیں۔ فجر کی نماز سے لے کر رات گئے تک علماء کرام تعلیمی کام میں مشغول ہوتے ہیں جب کہ رات کو یہ علماء کرام اور جانثاران ختم نبوت اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہوتے ہیں۔ واقعی یہ ختم نبوت کی برکات ہیں اور وہ دن دور نہیں جب اس خطے کی جگہ جگہ مساجد قائم ہوں گی۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور ردقادیانیت وعیسائیت کورس کا کام مجلس احرار اسلام نے سب سے پہلے قادیان میں شروع کیا تھا۔ جو قیام پاکستان تک چلتا رہا' بعدازاں چناب نگر (سابقہ ربوہ) میں ۵۳ء میں مجلس ختم نبوت کے قیام کے بعد سے یہ سلسلہ ختم نبوت کے زیر انتظام شروع ہوا۔ حضرت مولانا محمد حیات صاحب' مولانا لال حسین اختر' حضرت مولانا محمد علی جالندھری' قاضی

احسان احمد شجاع آبادیؒ حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ مولانا لال حسین اخترؒ اور شہید ختم نبوت حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کی نگرانی میں یہ سلسلہ جاری رہا۔ اس سال اس تربیتی کورس میں رائے ونڈ تبلیغی اجتماع اور افغانستان کی صورت حال کی وجہ سے اندیشہ تھا کہ بہت کم ساتھی شریک ہوں گے مگر الحمدللہ اس سال بھی ایک سو سے زائد طلباء نے شرکت کی اور اسناد امتیاز حاصل کیں۔ اس سال حضرت مولانا اللہ وسایا' مولانا محمد اکرم طوفانی' مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی' مولانا فقیر اللہ اختر' مولانا حفیظ الرحمٰن' مولانا عبداللطیف مسعود' مولانا بشیر احمد الحسینی' مولانا عبدالستار تونسوی اور دیگر علماء کرام نے مختلف موضوعات پر ان علماء کرام اور جاں نثاران ختم نبوت کی علمی اور عملی تربیت کی۔ ان طلباء کا امتحان لیا گیا جس میں تمام طلباء کامیاب ہوئے۔ اس طرح ان کا تقریری مقابلہ کرایا گیا۔ جس میں طلباء نے بھرپور انداز میں شرکت کی اور اکثر طلباء و علماء کرام نے انعامات حاصل کئے۔ طلباء کی تقریر سے اندازہ ہو گیا کہ ان طلباء پر بہت زیادہ محنت کی گئی ہے اور طلباء نے بھی ذوق و شوق سے حصہ لیا بہر حال تربیتی پروگرام کے ذریعے ہر سال جو مبلغین تیار ہوتے ہیں ان کی کثیر تعداد عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کا کام کرتی ہے اور دنیا بھر میں جو کام ہو رہا ہے وہ ان ہی مبلغین کی شب و روز محنت کا نتیجہ ہے۔

رمضان میں ختم نبوت سے بھرپور تعاون کی ضرورت

ماہ مبارک اپنی آب و تاب اور رحمتوں و برکتوں کے ساتھ سایہ فگن ہے۔ ہر طرف نیکیوں کی بہار ہے مسلمانان عالم دن میں روزے رکھ کر اور رات کو تراویح اور تہجد ادا کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان ہو چکا ہے کہ میں نے ان تمام لوگوں کی مغفرت کر دی۔ ماہ مبارک میں حدیث شریف کے مطابق نیکیوں کا اجر ستر گنا ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والوں کے انعامات میں بہت زیادہ اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس بنا پر اکابر علماء کرام اور مشائخ عظام اپنے متعلقین اور مسلمانوں کو تلقین کرتے ہیں کہ وہ اس ماہ مبارک میں زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ و خیرات کریں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے اکابر علماء کرام کی جماعت ہے جو طویل عرصہ سے رد قادیانیت اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے کوشاں ہے اور یہ تمام کام مسلمانوں کے تعاون سے ممکن ہوتا ہے۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ مولانا لال حسین اختر' مولانا محمد علی جالندھریؒ مولانا محمد حیات' مولانا تاج محمود' شیخ حسام الدین' مولانا محمد شریف جالندھری' ماسٹر تاج الدین انصاری' مولانا داؤد غزنوی' مولانا مفتی احمد الرحمٰن' مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ شہید ختم نبوت حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ مولانا مفتی محمود' مولانا غلام اللہ خان' مولانا سید مصباح اللہ شاہ رحمہم اللہ اور موجودہ اکابر حضرت مولانا خواجہ خان محمد دامت برکاتہم' حضرت سید نفیس الحسینی' حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری اور دیگر علمائے کرام اس جماعت کے بزرگ قائدین و سرپرست ہیں۔ ان علماء کرام کی اس جماعت سے وابستگی اس کی حقانیت کی دلیل ہے۔ اس بنا پر تمام مسلمانوں سے اپیل ہے کہ وہ رمضان المبارک میں اس جماعت کے ساتھ عطیات' صدقات اور زکوٰۃ و خیرات سے بھرپور تعاون کریں اور دنیا بھر میں ہونے والے تحفظ ختم نبوت کے کام میں شرکت کر کے عنداللہ ماجور ہوں۔ انشاء اللہ العزیز اس کام میں حصہ لینے کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہوگی۔

ضروری اعلان

اندرون و بیرون کراچی تمام ہفت روزہ ''ختم نبوت'' کے رفقاء کرام کے نام بقایا جات کے یاددہانی کے خطوط ارسال کر دیئے گئے ہیں۔ ان احباب سے درخواست کی جاتی ہے کہ جن کے بقایا جات واجب الادا ہیں وہ فوراً اپنی رقم بنام ہفت روزہ ''ختم نبوت'' کراچی منی آرڈر چیک یا ڈرافٹ کی شکل میں ارسال کریں۔

نیا سالانہ زر تعاون : ۳۵۰ روپے سالانہ ہے اس حساب سے رقم ارسال فرمائیں۔

نوٹ: اپنے خریداری نمبر کی وضاحت بھی ضرور کریں۔ شکریہ (ادارہ ختم نبوت)

مولانا اللہ وسایا

مرزائی اقاویل

سوال ۹:...... مرزائی ”لو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین“ کو کس ضمن میں پیش کرتے ہیں؟ اس کا اصولی طور پر رد کریں؟ نیز مرزائی ”ھل شققت قلبہ“ کو کس ذیل میں پیش کرتے ہیں؟ اسی طرح حضرت ابو محذورہؓ سے اذان کہلانے کا کیا مطلب بیان کرتے ہیں؟ مؤقف واضح طور پر بیان کرکے اس کا شافی رد تحریر کریں؟

جواب:...... قادیانی کہتے ہیں کہ: ”لو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین۔“ (سورہ الحاقہ)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ: ”اگر محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر کوئی جھوٹا افتراء باندھتے تو میں ان کی شہ رگ کو کاٹ کر ہلاک کر دیتا۔“

اس سے ثابت ہوا کہ اگر مرزا قادیانی نے خدا تعالیٰ پر جھوٹا افتراء کیا تھا تو اسے ۲۳ سال کے اندر اندر ہلاک کر دیا جاتا اور اس کی شہ رگ کاٹ دی جاتی، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے بعد ۲۳ سال تک بقید حیات رہے، اور یہ بات آپ کی اس زندگی سے متعلق ہے۔

جواب ۱:...... اس آیت کا سیاق و سباق دیکھیں تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد کسی قاعدہ کلیہ کے طور پر نہیں ہے، بلکہ یہ قضیہ شخصیہ ہے اور صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ بات کہی جارہی ہے اور یہ بھی اس بناء پر کہ بائبل میں موجود تھا کہ: ”اگر آنے والا پیغمبر اپنی طرف سے کوئی جھوٹا الہام یا نبوت کا دعویٰ کرے تو وہ جلد مارا جائے گا۔“ چنانچہ درج ذیل عبارت ملاحظہ ہو:

”میں ان کے لئے بھائیوں میں سے تجھ سا ...... ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے فرماؤں گا (مراد محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں) وہ سب ان سے (یعنی اپنی امتوں سے) کہے گا اور ایسا ہوگا کہ جو کوئی میری باتوں کو جنہیں وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے گا تو میں اس کا حساب اس سے لوں گا، لیکن جو نبی گستاخ بن کر کوئی ایسی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اس کو حکم نہیں دیا یا اور معبودوں کے نام سے کچھ کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے گا۔“ (انجیل مقدس عہد نامہ قدیم ص ۱۸۸ کتاب استثناء باب ۱۸ آیت ۱۸ تا ۲۱)

جواب ۲:...... بالفرض اگر یہ قانون عام بھی تسلیم کر لیا جائے تو یہ قانون سچے نبیوں کے متعلق ہوگا نہ کہ جھوٹے نبیوں کے متعلق، کیونکہ جھوٹے نبیوں کو مہلت ملنے سے یہ قانون مانع نہیں۔ فرعون و نمرود، بہاء اللہ ایرانی وغیرہ کو خدائی اور نبوت کے دعویدار ہونے کے باوجود کافی مہلت ملی۔

جواب ۳:...... مرزا قادیانی اپنی اس دلیل کی روشنی میں خود جھوٹا ثابت ہوتا ہے۔ مرزا نے نبوت کا دعویٰ ۱۹۰۱ء میں کیا۔ اس کا دعویٰ نبوت اگرچہ محل نزاع ہے کیونکہ اس کے ماننے والے دو جماعتوں میں منقسم ہیں، لاہوری گروپ اس کو نبی تسلیم نہیں کرتا، گو اس کا اپنا دعویٰ نبوت ہر شک سے بالا ہے۔ اس کے برعکس قادیانی گروپ اس کو نبی تسلیم کرتا ہے، اور نبی تسلیم کرنے والے گروپ کی تحقیق یہ ہے کہ مرزا قادیانی کی موت ۱۹۰۸ء میں ہوگئی تھی، لہٰذا یہ بات ثابت ہوگئی کہ مرزا قادیانی ۲۳ سال پورے کرنے سے پہلے ہی ہیضہ کی موت سے مر کر اپنی اس دلیل کو جھوٹا کر گیا۔

ھل شققت قلبہ کا جواب:

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت اسامہؓ حاضر ہوئے اور عرض کی کہ جنگ میں فلاں کافر سے میرا سامنا ہوا، جب وہ میری تلوار کی زد میں آیا تو اس نے کلمہ پڑھ لیا، اس کے باوجود میں نے اس کو قتل کر دیا، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ”میں تیرے اس فعل سے بری ہوں“ انہوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس نے تو قتل سے بچنے کے لئے ڈر کے مارے کلمہ پڑھا تھا، اس پر آپؐ نے فرمایا کہ: ھل شققت قلبہ (کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا)۔“

قادیانی اس سے استدلال یہ کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص ظاہری طور پر کلمہ پڑھ لے تو اس کا اعتبار کیا جائے، اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا شخص جس کے تفصیلی حالات معلوم نہ ہوں، اگر کوئی ایک اس کی ایسی بات

ملتی ہو جو کفر کی طرف مشعر ہو تو اس کے معاملہ تکفیر میں احتیاط برتی جائے گی اور اگر کوئی خفیف سے خفیف سا احتمال نکلتا ہے جس کی وجہ سے وہ کفر سے بچ جائے تو اس احتمال کو اختیار کرے اور اسے کافر نہ کہے، لیکن قادیانیوں کا اس روایت سے استدلال پکڑنا غلط ہے، اس لئے کہ ان کے کفریہ عقائد سینکڑوں تحریرات میں بعنوانات مختلفہ والفاظ واضحہ موجود ہیں، پھر یہ شخص خود کفریہ معنی مراد لیتا ہے، اس کے اپنے کلام میں کفر کی تصریحات موجود ہیں، اس لئے باجماع فقہاء اس پر کفر کا فتویٰ صادر کیا جائے گا۔

حضرت ابومحذورہؓ کی اذان کا جواب:

حضرت ابومحذورہؓ ابھی نوعمر تھے اور ابھی تک اسلام قبول نہیں کیا تھا، یہ کھیل رہے تھے، حضرت بلالؓ نے اذان دینی شروع کی تو انہوں نے بھی نقل اتارنی شروع کردی، اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلایا اور اذان کے کلمات کہلوائے، اشہدان محمد رسول اللہ پر جب وہ پہنچا تو چونکا، آپ نے تلقین کی تو اس نے یہ کلمات بھی کہے اور مسلمان ہوگیا، قادیانی اس سے استدلال یہ کرتے ہیں کہ ابومحذورہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے غیر مسلم ہونے کی حالت میں اذان کہی، چلو ہم قادیانی غیر مسلم سہی، ہمیں اذان دینے کی تو اجازت دی جائے۔

جواب:..... اذان مسلمانوں کا شعار ہے، غیر مسلم کو اختیار کرنے کی قطعاً اجازت نہیں، غیر مسلم بھی اگر اسلامی شعائر کو استعمال کریں تو پھر اسلام بازیچہ اطفال بن جائے گا، اسلام کی تاریخ میں کبھی نماز کے بلانے کے لئے ایک بار بھی کسی غیر مسلم نے اذان نہیں کہی، جس دن حضرت ابومحذورہؓ نے حضرت بلالؓ کی نقل اتاری تھی اس دن بھی نماز کے لئے اذان حضرت بلالؓ نے دی تھی یہ تو وہاں کی نقل اتار رہے تھے۔

سوال: ۸..... محمدی بیگم کے نکاح کے بارے میں مرزا قادیانی کے متضاد دعووں کو واضح کریں؟ نیز واضح کریں کہ نبی کے کلام میں تضاد نہیں ہوتا، جبکہ مرزا کا کلام تضادات کا مجموعہ ہے؟ کم از کم تین مثالیں دیں؟

جواب:..... محمدی بیگم سے متعلق:

محمدی بیگم مرزا قادیانی کے ماموں زاد بھائی مرزا احمد بیگ کی نوعمر لڑکی تھی، مرزا قادیانی نے اس کو زبردستی اپنے نکاح میں لانے کا ارادہ کیا، اتفاق ایسا ہوا کہ ایک زمین کے ہبہ نامہ کے سلسلہ میں مرزا احمد بیگ کو مرزا قادیانی کے دستخط کی ضرورت پڑی چنانچہ وہ مرزا قادیانی کے پاس گیا اور اس سے کاغذات پر دستخط کرنے کی درخواست کی، مرزا قادیانی نے اپنی مطلب برآری کے لئے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور احمد بیگ سے کہا کہ استخارہ کرنے کے بعد دستخط کروں گا جب کچھ دن کے بعد دوبارہ احمد بیگ نے دستخط کرنے کی بات کی تو مرزا نے جواب دیا کہ دستخط اسی شرط پر ہوں گے کہ اپنی لڑکی محمدی بیگم کا نکاح میرے ساتھ کردو خیریت اسی میں ہے، اس کی دھمکی کے الفاظ یہ ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی نازل کی کہ اس شخص یعنی احمد بیگ کی بڑی لڑکی کے نکاح کے لئے پیغام دے اور اس سے کہہ دے کہ پہلے وہ تمہیں دامادی میں قبول کرلے اور تمہارے نور سے روشنی حاصل کرے اور کہہ دے کہ مجھے اس زمین کے ہبہ کرنے کا حکم مل گیا ہے جس کے تم خواہش مند ہو بلکہ اس کے ساتھ اور زمین بھی دی جائے گی اور دیگر مزید احسانات تم پر کئے جائیں گے، بشرطیکہ تم اپنی لڑکی کا مجھ سے نکاح کردو، میرے اور تمہارے درمیان یہی عہد ہے تم مان لوگے تو میں بھی تسلیم کرلوں گا اگر تم قبول نہ کروگے تو خبردار رہو مجھے خدا نے یہ بتلایا ہے کہ اگر کسی شخص سے اس لڑکی کا نکاح ہوگا تو نہ اس لڑکی کے لئے یہ نکاح مبارک ہوگا اور نہ تمہارے لئے۔''

(آئینہ کمالات اسلام در خزائن ج۵ ص۵۷۲، ۵۷۳)

ان دھمکیوں وغیرہ کا منفی اثر یہ ہوا کہ مرزا احمد بیگ اور اس کے خاندان والوں نے محمدی بیگم کا نکاح مرزا قادیانی کے ساتھ کرنے سے صاف انکار کردیا، مرزا نے خطوط لکھ کر اشتہار شائع کرواکر، اور پیش گوئیاں کرکے حتی کہ منت سماجت کے ذریعہ ایڑی چوٹی کا زور لگادیا کہ کسی طرح اس کی آرزو پوری ہوجائے لیکن محمدی بیگم کا نکاح ایک دوسرے شخص مرزا سلطان احمد سے ہوگیا اور مرزا قادیانی کے مرتے دم تک بھی محمدی بیگم اس کے نکاح میں نہ آئی۔

اس سلسلہ میں مرزا قادیانی نے جو جھوٹی پیش گوئی کی تھی اس کے الفاظ حسب ذیل ہیں:

''خدا تعالیٰ نے اس عاجز کے مخالف اور منکر رشتہ داروں کے حق میں نشان کے طور پر یہ پیشگوئی ظاہر کی ہے کہ ان میں سے جو ایک شخص احمد بیگ نام کا ہے اگر وہ اپنی بڑی لڑکی (محمدی بیگم) اس عاجز کو نہیں دے گا تو تین برس کے عرصہ تک بلکہ اس سے قریب فوت ہوجائے گا اور وہ جو نکاح کرے گا وہ روز نکاح سے اڑھائی برس کے عرصہ میں فوت ہوگا اور آخر وہ عورت اس عاجز کی بیویوں میں داخل ہوگی۔'' (اشتہار ۲۰/ فروری ۱۸۸۶ء، تبلیغ رسالت ج۱ ص۶۱ مندرجہ مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۱۰۲ حاشیہ)

اس پیشگوئی کی مزید تشریح کرتے ہوئے مرزا قادیانی نے کہا:

"میری اس پیشگوئی میں نہ ایک بلکہ چھ دعوے ہیں اول نکاح کے وقت تک میرا زندہ رہنا، دوم نکاح کے وقت تک اس لڑکی کے باپ کا یقیناً زندہ رہنا، سوم پھر نکاح کے بعد اس لڑکی کے باپ کا جلدی سے مرنا جو تین برس تک نہیں پہنچے گا، چہارم اس کے خاوند کا اڑھائی سال کے عرصہ تک مر جانا، پنجم اس وقت تک کہ میں اس سے نکاح کروں اس لڑکی کا زندہ رہنا، ششم پھر آخر یہ بیوہ ہونے کی تمام رسموں کو توڑ کر باوجود سخت مخالفت اسکے اقارب کے میرے نکاح میں آ جانا۔"

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن ج ۵ ص ۳۲۵)

اس بارے میں عربی الہام اس طرح ہے:

"کذبوا بایتنا و کانوا بھا یستھزءون فسیکفیکھم اللہ و یردھا الیک لاتبدیل لکلمت اللہ ان ربک فعال لما یرید، انت معی و انا معک عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محمودا۔" (آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن ج ۵ ص ۲۸۶، ۲۸۷)

علاوہ ازیں انجام آتھم ص ۳۱ اور تذکرہ میں متعدد جگہ یہ پیش گوئی مختلف الفاظ میں مذکور ہے اور اللہ کی قدرت کہ ہر اعتبار سے مرزا قادیانی کی یہ پیشگوئی جھوٹی نکلی کوئی ایک بھی دعویٰ سچا نہیں ہوا، محمدی بیگم کا خاوند اڑھائی سال میں تو کیا مرتا مرزا کے مرنے کے چالیس سال بعد تک زندہ رہا اور ۱۹۴۸ء میں وفات پائی اور خود محمدی بیگم بھی ۱۹۶۶ء تک زندہ رہ کر مرزا قادیانی کے کذاب اور دجال ہونے کا اعلان کرتی رہی اور ۱۹/ نومبر ۱۹۶۶ء لاہور میں بحالت اسلام اس کی موت واقع ہوئی۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس پیشگوئی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے مرزا کے ذلیل اور رسوا اور خائب و خاسر ہونے کا بہترین انتظام فرما دیا۔ آج کوئی بھی صاحب عقل محمدی بیگم کے واقعہ کو دیکھ کر مرزا کے جھوٹے اور اوباش ہونے کا آسانی یقین کر سکتا ہے۔ فالحمد للہ علی ذلک

مرزا قادیانی کے مریدوں کا موقف:

جب مرزا ۲۶/ مئی ۱۹۰۸ء کو لاہور میں بمرض ہیضہ آنجہانی ہو گیا اور محمدی بیگم سے نکاح نہ ہونا تھا نہ ہوا، تو قادیانیوں نے جواب گھڑا کہ نکاح جنت میں ہوگا۔ اس پر کہا گیا کہ محمدی بیگم مرزا پر ایمان نہ لائی تھی، تو مرزا کا کہنا تھا کہ میرے منکر جہنم میں جائیں گے تو کیا مرزا جہنم میں برات لے کر جائے گا تو اس پر مرزائیوں نے جواب تیار کیا کہ یہ پیشگوئی متشابہات میں سے ہے، انہیں نہیں معلوم کہ پیش گوئی رب کا وہ وعدہ ہوتا تھا، جس کا نبی تحدی سے اعلان کرتا ہے، جو ضرور پورا ہوتا ہے مگر (معاذ اللہ) مرزا کا خدا بھی مرزا سے جھوٹے وعدے کرتا تھا۔

تضادات مرزا:

۱:...... "مرزا صاحب سے سوال ہوا کہ آپ نے فتح اسلام میں دعوائے نبوت کیا ہے جواب دیا کہ نبوت کا دعویٰ نہیں، بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے۔" (ازالہ اوہام حصہ اول ۴۲۱، ۴۲۲، روحانی خزائن ص ۳۲۰ ج ۳)

اس کے برخلاف کہتا ہے کہ:

"اگر خدا تعالیٰ سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا تو پھر بتلاؤ کس نام سے اس کو پکارا جائے، اگر کہو اس کا نام محدث رکھنا چاہئے تو میں کہتا ہوں تحدیث کے معنی کسی لغت کی کتاب میں اظہار غیب نہیں۔"

(ایک غلطی کا ازالہ ص ۵، روحانی خزائن ص ۲۰۹ ج ۱۸)

۲:...... "بعد ختم المرسلین میں کسی دوسرے مدعی رسالت و نبوت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں، وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگئی۔"

(مجموعہ اشتہارات ص ۲۳۰ ج ۱)

اس کے برخلاف کہتا ہے:

"ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں۔"

(ملفوظات ص ۱۲۷ ج ۱۰)

۳:...... "یہ تو سچ ہے کہ مسیح اپنے وطن گلیل میں جا کر فوت ہو گیا، لیکن یہ ہرگز سچ نہیں کہ وہی جسم جو دفن ہو چکا تھا پھر زندہ ہو گیا۔"

(ازالہ اوہام ص ۴۷۳، روحانی خزائن ص ۳۵۳ ج ۳)

اس کے برخلاف کہتا ہے:

"اور حضرت مسیح اپنے ملک سے نکل گئے، اور جیسا کہ بیان کیا گیا ہے، کشمیر میں جا کر وفات پائی اور اب تک کشمیر میں ان کی قبر موجود ہے۔"

(ست بچن حاشیہ ص ۱۶۴، روحانی خزائن ص ۳۰۷ ج ۱۰)

۴:...... "میں نے صرف مثیل ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور میرا یہ بھی دعویٰ نہیں کہ صرف مثیل ہونا میرے پر ہی ختم ہو گیا، بلکہ میرے نزدیک ممکن ہے کہ آئندہ زمانوں میں میرے جیسے اور دس ہزار بھی مثیل مسیح آ جائیں۔"

(ازالہ اوہام ص ۱۹۹، روحانی خزائن ص ۱۹۷ ج ۳)

اس کے برخلاف کہتا ہے کہ:

"اگر قرآن نے میرا نام ابن مریم نہیں رکھا تو میں جھوٹا ہوں۔"

باقی صفحہ ۱۸ پر

روزہ کے مقاصد

علامہ سید سلیمان ندویؒ

ہم یقین کے ساتھ نہیں بتا سکتے کہ انسانی سوسائٹی میں روزہ کے خیال کی ابتدا کب سے ہوئی اور ہمیں یہ بھی معلوم نہیں ہی کہ اس کے شروع ہونے کے اسباب کیا تھے۔ روزہ کے ابتدائی حالات اس طرح پوشیدہ ہیں جس طرح قدیم قوموں میں شریعت کی ابتداء سے ہم ناآشنا ہیں کہ کس قوم نے شریعت کے نظام کو اختیار کیا اور پھر اس نظام کو دوسروں تک پہنچایا۔ روزہ کے متعلق جس قدر نظریئے بیان کئے گئے ہیں وہ ظن وتخمین پر مبنی ہیں اور تاریخی حیثیت سے روزہ کے ابتدا ہونے کا جو اندازہ لگایا گیا ہے وہ بھی عمومی قاعدہ سے دور جا پڑا ہے۔ ان سب کے باوجود روزہ انسانی عبادات میں قدیم عبادت ہے۔ اس کا پھیلاؤ دنیا کی تمام قوموں میں رہا ہے۔

مجوسی' آتش پرست' مانوی' بدھ' برہمن' ستارے اور جانور پرست سب میں روزہ کا رواج رہا ہے۔ یہود' نصاریٰ اور مسلمان روزہ کی عظمت کو دین کے بڑے رکن کی حیثیت سے تسلیم کرتے ہیں۔ مختلف قوموں اور مختلف نظامہائے شریعت میں روزہ کا طریقہ جداگانہ رہا ہے۔ قوموں میں حالات کی تبدیلی سے روزوں کی تعداد میں بھی کمی وبیشی ہوتی رہی ہے۔ طریقہ عمل کے لحاظ سے کسی قوم میں روزہ کی شکل یہ رہی کہ اس کے افراد روزہ کی حالت میں کھانے' پینے' جنسی تعلقات اور بات چیت سے دور رہا کرتے تھے' کسی دوسرے مذہب میں ان میں سے کچھ کو اختیار کیا گیا اور باقی سے پابندی اٹھالی گئی لیکن ہر حالت میں روزہ سے مقصود یہ رہا کہ بدن اور نفس کو کچھ وقت کے لئے محبوب ترین چیزوں کے استعمال سے محروم رکھا جائے' بات سے رک جانے کا روزہ قدیم قوموں میں رائج تھا۔

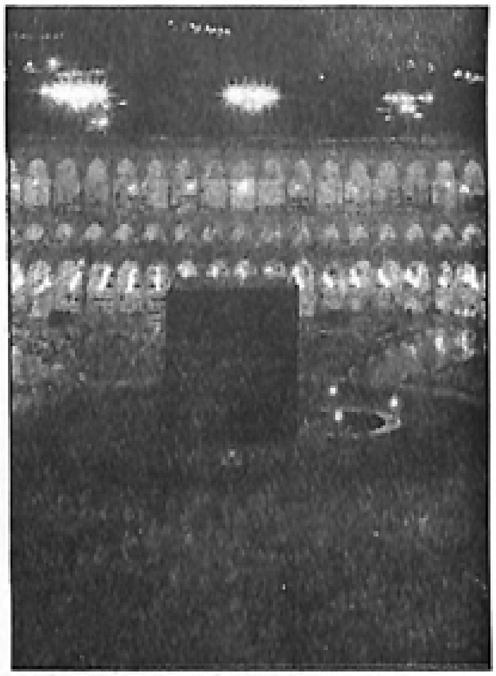

اسپنسر اور جیلن نے اپنی تصانیف میں وسطی آسٹریلیا کے باشندوں کے حالات میں لکھا ہے کہ جب کسی عورت کا شوہر مرجاتا تھا تو اس کی بیوی سال بھر بات نہ کرنے کا روزہ رکھتی تھی۔ روزہ کا یہ طریقہ یہود میں بھی پایا جاتا تھا۔ قرآن مجید میں حضرت مریم کی زبان میں اس کی تعبیر یوں ہے۔ ''فلن اکلم الیوم انسیا۔'' آج کسی انسان سے بات نہیں کروں گی۔ کھانے اور پینے سے رک جانے کے طریقے مختلف رہے ہیں۔ ایک طریقہ یہ ہے کہ ہر قسم کے کھانے اور ہر رنگ کے پینے سے رک جانے کے طریقہ کو روزہ کہتے ہیں۔ یہ طریقہ صابی' مانوی مذہب اور مسلمانوں میں پایا جاتا ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کچھ محدود اور متعین چیزوں سے نفس کو روک دیا جائے یہ طریقہ نصاریٰ میں رائج ہے۔

روزہ رکھنے کے مختلف طریقے ہیں ایک تو یہ کہ دن رات کا پورا روزہ' دوسرے دن بھر کا روزہ یا اس کے ایک حصے کا روزہ' ایک روزہ یہ ہے جو سورج ڈوبنے سے شروع ہوتا ہے اور رات بھر رہتا ہے یا رات کے کسی حصے تک رکھا جاتا ہے' کچھ روزے ایسے ہیں جو بہت دنوں تک چلے جاتے ہیں کچھ صرف ایک دن کے لئے ہوتے ہیں۔ کسی کا تعلق ایک رات یا اس کے کسی حصے سے ہوتا ہے بعض روزے مسلسل ہوتے ہیں لیکن ان میں فصل آجاتا ہے۔ اس مدت کے فصل کے بعد پھر شروع ہوجاتے ہیں' روزہ کی ایک قسم وہ ہے جو قوم کے تمام افراد پر فرض ہے یا بعض افراد پر خاص شرط کے ساتھ فرض کردیا گیا ہے یا بعض افراد یہ روزہ مستحب طور پر رکھتے ہیں۔

روزہ کے اغراض ومقاصد

مختلف مذاہب میں روزہ کے اغراض ومقاصد بدلتے رہتے ہیں۔ ہم ان میں چند کا ذکر کرتے ہیں۔

اوّل: روزے زمانہ کے موسمی حالات کے پیش نظر رکھے جاتے ہیں' کسی خاص فصل یا موسم کے آنے کے وقت یہ روزہ رکھا جاتا ہے کسی مہینہ یا ہفتہ کو خاص کرلیا جاتا ہے یا آسمان کا ستارہ جب کسی خاص منزل کو پہنچ جاتا ہے' کبھی کسی اہم تاریخی واقعہ کی مناسبت سے روزہ رکھا جاتا ہے۔ جو کسی اجتماعی حالات میں آیا ہو تو گویا یہ روزہ ذاتی طور پر اس واقعہ کی اہمیت یا وہ حالات جو اس واقعہ سے تعلق رکھتے ہوں مقصود ٹھہرائے جاتے ہیں اور ثواب کا مرتبہ دوسرے درجہ پر ہوتا ہے جیسے رمضان شریف کا مہینہ یہ قرآن مجید کے نزول کی تاریخ ہے۔ مسلمان اس تاریخ کو نہایت مقدس سمجھتے ہیں۔ اس طرح عیسوی ماہ کی سترہ تاریخ یہودیوں کے نزدیک مقدس ہے اور وہ

اس دن روزہ رکھتے ہیں۔ اس دن یہودیوں کے دارالحکومت یروشلم میں انہیں شکست ہوئی تھی۔

دوم: بعض آسمانی غیر مادی تغیرات جیسے سورج گرہن یا چاند گرہن۔

سوم: کسی کی وفات کی یاد میں۔

چہارم: کسی شخص کا کسی خاص عمر تک پہنچ جانا یا زندگی کے کسی مرحلہ سے گزرنا۔

پنجم: گناہوں سے کفارہ کے لئے خواہ یہ گناہ معلوم ہوں یا معلوم نہ ہوں۔

ششم: بعض مثبت اور نفع بخش مقاصد کے حصول کے لئے جیسے نفس کی پاکیزگی کا روزہ' چلہ کشی کا روزہ' نفس پر عکس الٰہی کا پرتو ڈالنے کے لئے یا الہامی کیفیت کو معلوم کرنے کے لئے آسمانی دنیا سے تعلق جوڑنے کے لئے یا خارق عادت چیزوں پر قدرت پانے کے لئے یا ان دیکھی طاقتوں کو زیر اثر لانے کے لئے یا بارش برسانے کے لئے یا ہوائیں چلانے کے لئے وغیرہ وغیرہ۔

ہفتم: اجتماعی یا انفرادی نقصان یا بیماری سے دور رہنے کے لئے جیسے طوفان کا آنا یا وبا کا پھیل جانا۔

ہشتم: کبھی روزہ دوسری عبادت کے لئے تمہید یا وسیلہ بنتا ہے تاکہ وہ عبادت مقبول ہو جائے۔ یا یہ روزہ اس عبادت کا اہم جز سمجھا جاتا ہے جیسے قربانی کے وقت کا روزہ' نذر پوری کرنے کے لئے نذر کے وقت روزہ سے ہونا' زکوٰۃ ادا کرتے وقت روزہ رکھ لینا یا صدقہ کے دینے کے وقت روزہ سے رہنا یا اعتکاف اور نماز کی ادائیگی کے وقت سے روزہ سے ہونا۔

ان تمام قسموں میں سب سے اہم اور زیادہ مشہور قسم جو اکثر مذاہب میں رائج ہے وہ پہلی قسم ہے۔ یہ روزہ خاص موسم میں رکھا جاتا ہے ہر سال ہر مہینے یا ہفتے اس کی تکرار ہوتی ہے اس روزہ کا تعلق مقررہ تاریخ سے ہے جو کسی اجتماعی واقعہ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ وہ مذاہب کے معتقد جنہوں نے اس قسم کو اختیار کر کے اسے اپنے دین کا جز بنا دیا وہ صابی' مانوی' برہمن' یہودی اور مسلمان ہیں ہم ان مذاہب میں سے چند کے متعلق بحث کریں گے اور بتائیں گے کہ ان کی شریعت میں روزہ کی نوعیت کیا ہے؟

سالانہ روزے

صابی اور مانوی مذہب: ابن ندیم اپنی کتاب الفہرست میں صابی مذہب کے متعلق ذکر کیا ہے کہ صابی مذہب میں بابل کے قدیم مذہبی اثرات اب تک باقی ہیں۔ اس مذہب کے اصل ستاروں کی پوجا ہے صابی مذہب میں تیس دن کے روزے فرض ہیں جو آٹھ مارچ سے شروع ہوتے ہیں اس کے علاوہ وہ نو روزے اور سات روزے رکھتے ہیں پہلے نو روزے ۹ دسمبر سے اور سات روزے ۸ فروری سے شروع ہوتے ہیں ان دو تاریخوں کے روزے ان کے نزدیک بہت زیادہ مقدس اور محترم ہیں۔ وہ اپنی عیدوں کو فطر کی ساتویں عید فطر کی ماہواری عید بائیس دنوں کی فطر کی عید سے تعبیر کرتے ہیں۔ ان تیس دنوں کا روزہ چاند کے احترام کے لئے ہوتا ہے۔ نو دنوں کا روزہ چاند کے احترام کے لئے ہوتا ہے۔ نو دنوں کا روزہ الٰہ بخت کی عظمت کے نام پر رکھتے ہیں۔ ان کے اس الٰہ کے دوسرے نام زوش' اخترا جوپیٹر اور مشتری ہیں۔ سات دنوں کا روزہ سورج کے احترام کے لئے ہوتا ہے جو اس مذہب میں خیر کا دیوتا ہے۔ وہ تیس دنوں اور نو دنوں کے روزوں میں سورج طلوع ہونے سے غروب ہونے تک ہر قسم کے کھانے' پینے سے رک جاتے ہیں اور سات دنوں کے روزوں میں صرف گوشت اور شراب کا استعمال نہیں کرتے۔

ابن ندیم نے کلدانیوں اور مانویوں کے مذہب کے متعلق لکھا ہے کہ وہ قدیم بابلی' مسیحی اور فارسی مذہب سے ماخوذ ہے اس مذہب میں ستاروں کی عظمت کے آثار بھی پائے جاتے ہیں۔ ان کے پیشوا جس کی طرف یہ مذہب منسوب ہے اس کا نام مانی بن فتق ہے۔ اس مذہب میں روزے کے اوقات مختلف ہیں جب سورج قوس کو اتر آتا ہے اور چاند پورا روشن ہو جاتا ہے تو اس وقت مانوی مسلسل دو دن کا روزہ رکھتے ہیں جب چاند کی پہلی تاریخ ہوتی ہے تو اس وقت بھی دو مسلسل روزے رکھتے ہیں پھر جب چاند نکلتا ہے اور سورج دلو کی منزل کو اتر جاتا ہے اور مہینے کے آٹھ دن گزر جاتے ہیں تو اس وقت مانوی پورے تیس دنوں کا روزہ رکھتے ہیں ان کے خواص اور محترم اشخاص پیر کے دن بھی روزہ رکھتے ہیں اسی کے ساتھ وہ ہر مہینے سات روزے رکھتے ہیں۔ اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے ہاں ہفتہ واری' ماہواری اور سالانہ روزے رکھتے اور چاند کے مہینے میں پہلے دو دن کے روزے اور سات دن کے روزے رکھتے۔ سال میں چونتیس روزے رکھتے جن میں سے دو اس وقت کے ہوتے جب کہ سورج قوس پر اتر آتا اور دو اس وقت کے ہوتے جب کہ سورج جدی کی منزل پر اتر آتا اور مسلسل تین روزے اس وقت رکھتے جب کہ سورج دلو کی منزل پر اتر آتا۔

ابن ندیم کی عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مانوی مذہب کے متعلق فلوجل نے نقل کیا ہے کہ وہ

اتوار کا روزہ اس بنیاد پر رکھتے تھے کہ وہ اپنے اعتقاد کے مطابق یقین رکھتے تھے کہ قیامت اتوار کے دن قائم ہوگی اس لئے ان کا اعتقاد تھا کہ اگر قیامت آ جائے تو وہ سب روزے سے ہوں لیکن لیون تھراڈ اور دوسرا مارک نے کہا کہ وہ اتوار اور پیر کا روزہ چاند اور سورج کی عظمت کے لئے رکھا کرتے تھے۔ بعد کی دلیل پہلی دلیل سے زیادہ صحیح ہے جس طرح دوسرے روز ستاروں کی گردش سے تعلق رکھتے ہیں۔ اسی طرح ان روزوں کا تعلق بھی ستاروں سے زیادہ قرین قیاس ہے پھر اتوار کے روزے کو سورج سے نسبت دی گئی ہے۔ انہوں نے اس کا نام ایل یوس رکھا ہے پیر کا روزہ چاند سے نسبت رکھتا ہے جس کا نام سین ہے ان کے یہاں منگل کا بھی روزہ تھا جسے وہ مریخ کے لئے رکھا کرتے تھے اور اس کا نام اس تھا۔ جب ہم اس بات پر غور کرتے ہیں کہ ان کے نزدیک سورج دیوتا اور چاند دیوی بہت زیادہ محترم تھے اس لئے کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم ان دو روزوں کو انہی کی طرف منسوب کر دیں۔

صابئی اور مانوی مذہب کے ماننے والے پرانے بابلی مذہب سے متاثر ہوئے جس کی بنیاد ستارہ پرستی تھی۔ نماز اور اس کے اوقات میں بھی بابلی مذہب سے تاثر قبول کیا۔ ابن ندیم نے الفہرست میں جو ان مذاہب مروج کا ذکر کیا ہے کہ ان نمازوں کے اوقات کا تعلق سورج کی منزلوں سے بہت زیادہ گہرا ہے۔ صابئی مذہب کے متعلق ابن ندیم نے لکھا ہے۔ صابئی معبدہ کے لوگوں پر دن میں تین وقت کی نماز فرض تھی۔ پہلی نماز سورج نکلنے سے آدھ گھنٹے پہلے یا اس سے کم مدت میں شروع ہوتی تھی اور سورج طلوع ہونے کے ساتھ ساتھ اس کا وقت ختم ہو جایا کرتا تھا۔

اس میں نماز کی آٹھ رکعتیں اور ہر رکعت میں تین سجدے ہوا کرتے تھے۔ دوسری نماز سورج کے زوال کے ساتھ ختم ہو جایا کرتی تھی۔ اس نماز میں پانچ رکعتیں اور ہر رکعت میں تین سجدے ہوا کرتے تھے۔ تیسری نماز دوسری نماز کی طرح تھی اور سورج غروب ہونے کے وقت پڑھی جاتی تھی ان اوقات کا تعلق دن کے تین پہروں سے تھا۔ طلوع، نصف النہار اور غروب کا وقت۔

نفل نمازیں وتر نماز کی طرح تین تھیں اور دن میں تین بار پڑھی جاتی تھیں۔ پہلی نماز دن کے دو بجے چاشت کی نماز کے مقابلہ میں ہے دوسری نماز زوال کے بعد یہ عصر کی نماز کے مقابلہ میں ہے۔ تیسری نماز رات کے تین بجے یہ عشاء کی نماز کے مقابلہ میں ہے ان کی کوئی نماز طہارت کے بغیر نہیں ہوا کرتی تھی۔ مانوی مذہب کے تعلق سے ابن ندیم نے لکھا ہے کہ ان کے عقیدہ میں چار یا سات نمازیں فرض تھیں۔ پہلی نماز زوال کے وقت۔ دوسری نماز زوال اور سورج غروب ہونے کے درمیان پھر سورج غروب ہونے کے بعد مغرب کی نماز اس کے تین گھنٹے کے بعد عشاء کی نماز۔

ابن ندیم نے وضاحت کی ہے کہ یہ تمام نمازیں ستاروں کی تقدیس اور سورج کی عظمت کے لئے پڑھی جاتی تھیں۔ نمازی پانی سے یا کسی دوسری چیز سے مسح کر کے سورج کے سامنے کھڑا ہو جاتا تھا اور پھر سجدہ کرتا تھا۔ سجدہ میں وہ یہ کلمات دہراتا تھا: ’’ہمیں ہدایت دینے والے فارقلیط مبارک اور اس کی فوج نیرون کی تسبیح کرتا ہوں۔‘‘ وہ سجدہ کرنے کے بعد سیدھا کھڑا ہو جاتا اور دوسرے سجدہ میں یہ کلمات کہتا ’’اے روشنی کے اصل اور سراپا نور تیری تسبیح کرتا ہوں۔‘‘

روزہ ہندو مذہب میں: برہمن اور بدھ

مذہب کے روزے سورج اور چاند کی منزلوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ برہمنوں میں جوگی خزاں اور بہار کے شروع موسم میں روزہ رکھتے ہیں۔ چھتری سردی اور گرمی کے شروع موسم کے علاوہ ہر چاند ماہ کے شروع دونوں میں اور چودھویں تاریخ کا روزہ رکھتے ہیں۔ ان کی مقدس کتاب ’’وید‘‘ میں ہے کہ وہ سورج گرہن کے وقت کھانے پینے جنسی تعلق اور نماز سے رک جاتے ہیں۔ یہ عمل ان کے نچلے طبقہ میں پایا جاتا ہے لیکن برہمن جوگی اور چھتری صرف اسے واجب پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ اس کے علاوہ قمر میں کھانے کی جتنی قسمیں ہو سکتی ہیں ان سب سے رک جاتے ہیں۔ سورج گرہن کے وقت جن برتنوں میں صدقہ کرتے ہیں انہیں توڑ ڈالتے ہیں۔

ان کی شریعت برہمن کے تیرہ پجاریوں پر روزہ کی حالت میں اس امر کو فرض کر دیتی ہے کہ سورج کے ڈوبنے کے وقت سے شفق کے غائب ہونے تک کھانے پینے نیند اور سفر کرنے سے باز رہیں اور ہندو مذہب میں جس قدر فرقے ہیں ان سب کی اصل سورج کی تقدیس پر ہے۔ اس مذہب کے روزہ دار سورج غروب ہونے سے اس کے نکلنے تک کھانے پینے سے پرہیز کرتے ہیں اور پھر اس وقت روزہ توڑتے ہیں جب پورا سورج آسمان پر روشن ہو جاتا ہے۔ اگر آسمان پر بادل ہوں اور سورج ان کے پیچھے چھپ جائے تو وہ سورج نکلنے کا انتظار کرتے ہیں یہاں تک کہ وہ پورے آب و تاب سے نہ چمکنے لگے اس ضمن میں عجیب بات یہ ہے کہ یہی طریقہ شمالی امریکہ کے مقامی قبائل میں بھی رائج ہے۔

بدھ مذہب میں چاند مہینے کے حساب سے چار دن کے روزے رکھے جاتے ہیں۔ چاند کی پہلی تاریخ' نویں تاریخ' پندرھویں تاریخ اور بائیسویں تاریخ۔ یہ روزے سورج طلوع ہونے سے غروب ہونے تک رکھے جاتے ہیں' وہ ان چار دنوں میں پورا آرام کرتے ہیں۔ چنانچہ ان کے نزدیک افطاری کی تیاری حرام ہے وہ کھانے کا انتظام سورج نکلنے سے پہلے کرتے ہیں۔

روزہ یہودی مذہب میں: یہودی مذہب میں روزہ کی قسمیں بے شمار ہیں' یہودیوں کا سب سے اہم روزہ عیسوی ماہ کی دسویں تاریخ کا روزہ ہے جسے وہ کفارہ کے دن کا روزہ کہتے ہیں۔ یہ روزہ یہودیوں پر اپنے گناہوں سے معافی کے تعلق سے فرض کیا گیا ہے۔ یہودی پرانے زمانہ میں ہفتہ کے دن اور ہر چاند ماہ کی پہلی تاریخ کو روزہ رکھا کرتے تھے وہ ان دنوں میں کوئی کام نہیں کیا کرتے تھے اس کے بعد روزہ کا حکم ختم ہو گیا۔ ان سے کہا گیا کہ وہ ان دنوں میں صرف کام نہ کریں۔ ان دنوں میں روزہ سے معافی اس واقعہ کو ظاہر کرتی ہے کہ وہ پہلے زمانہ میں ان دنوں کا روزہ رکھا کرتے تھے کیونکہ منسوخی کا حکم اس وقت صادر کیا جاتا ہے جب کہ اس حکم پر پہلے سے عمل کیا جاتا رہا ہو۔ ان دو دنوں کے روزوں کو چاند کی حرکتوں سے گہرا تعلق ہے۔ میں نے پہلے روزہ کے متعلق کافی وضاحت کی ہے لیکن ہفتہ کا روزہ اس کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ ہفتہ کا آخری روز ''سنیچر'' ان کے عہد قدیم میں چاند کی اپنی منزلوں میں داخل ہونے سے تعلق رکھتا تھا چنانچہ ان کے آسمانی اوقات کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے اور ہر حصہ چاند کی چار منزلوں میں سے ایک سے تعلق رکھتا ہے۔

یہودیوں کا یہ روزہ ایک حیثیت سے بدھ مذہب کے چار روزوں سے مطابقت رکھتا ہے۔ جسے وہ مہینہ میں چار مرتبہ رکھتے ہیں۔ یہودیوں میں کچھ یہودی ساتویں مہینہ کے پہلے دن روزہ رکھتے تھے اور عوام ان کے لئے کھانا تیار کر کے بھیجا کرتے تھے۔ یہودی ساتویں مہینہ کی چوبیں تاریخ کو بھی روزہ رکھا کرتے تھے اور اس دن کے روزہ کو ایک تقریب کی شکل میں مناتے تھے۔ بنی اسرائیل اس دن اپنے تمام بدن پر راکھ لیا کرتے تھے۔

جب یہودیوں کو بابل جلاوطن کر دیا گیا تو اپنے تاریخ واقعات کے سلسلہ میں کئی روزے رکھا کرتے تھے اور ہر روزہ کو اس کی تاریخ سے نسبت دیا کرتے تھے۔ ان کے روزوں میں سے چوتھا روزہ ہے جو جولائی کی سترہ تاریخ کو پڑتا ہے' اس تاریخ کو یروشلم ''بیت المقدس'' برباد کر دیا گیا اور ''ہیکل'' ڈھا دیا گیا۔ چھٹا روزہ 'استیر'' کا ہے جو مارچ کی تیرہ تاریخ کو پڑتا ہے' یہ روزہ ''ہامان'' اور ''استیر'' کے واقعہ کی مناسبت سے رکھا جاتا ہے۔ ''ہامان'' کسی فارس کے بادشاہ کا وزیر تھا اس نے یہودیوں کو ہلاک کرنے کی ٹھانی لیکن بادشاہ کی ملکہ ''استیر'' کو اس سازش کا علم ہو گیا۔ ''ہامان'' کی تدبیر ناکام رہی۔ یہ ''ہامان'' فرعون کے وزیر کے علاوہ دوسرا ''ہامان'' ہے۔ ساتواں روزہ ستمبر کی تیسری تاریخ کا ہے اس تاریخ کو یہودیوں کے آخری سربراہ ''جدلین'' قید کے بعد قتل کر دیئے گئے تھے۔ دسواں روزہ وہ ہے جو ''یروشلم'' پر حصار ڈالنے کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ یہودی یہ روزہ جنوری کی دس تاریخ کو رکھتے ہیں' اس کے علاوہ یہودی کئی مستحب روزے رکھتے ہیں جن کا تعلق ان کے بزرگوں کی وفات کے دن سے ہے۔ جیسے موسیٰ علیہ السلام ہارون علیہ السلام یا وہ شہداء جو دین کی خدمت میں شہید ہوئے اس طرح روزوں کی تعداد پچیس تک پہنچ جاتی ہے۔

روزہ اسلام میں

اسلام نے لوٹ کر آنے والے روزوں کی کئی قسمیں کی ہیں کچھ روزے سال میں ایک مرتبہ رکھے جاتے ہیں' کچھ روزے مہینہ میں ایک مرتبہ رکھے جاتے ہیں اور کچھ روزے ہفتہ ہفتہ رکھے جاتے ہیں ان اقسام میں جو روزہ رمضان میں رکھا جاتا ہے۔ وہ روزہ فرض ہے' ہر ہفتہ پیر اور جمعرات کے دن روزہ رکھا جاتا ہے یہ روزہ مستحب ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اکثر پیر اور جمعرات کے دن روزہ سے ہوتے تھے ماہ رجب کے ابتدائی تین دنوں میں روزہ رکھنا مستحب ہے' تین دنوں کا روزہ مقید نہیں ہے بلکہ اس مہینے میں زیادہ روزے رکھنا بھی مستحب ہے ماہ شعبان کی پندرہ تاریخ کو اور اس ماہ کے دوسرے روزے رکھنا مستحب ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں نے نہیں دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ شعبان کی طرح کسی دوسرے مہینہ میں زیادہ روزے رکھے ہوں۔

ماہ شوال کے چھ روزے جو شوال کی دوسری تاریخ سے شروع ہوتے ہیں۔ مستحب ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ جس نے ماہ رمضان کے روزے رکھے اور اس کے ساتھ ماہ شوال کے چھ روزے رکھے گویا اس نے سال بھر کے روزے رکھ لئے' ماہ ذی الحجہ کی نویں تاریخ کو جو یوم عرفہ ہے روزہ رکھنا مستحب ہے لیکن یہ روزہ ان لوگوں کے لئے ہے جو حج میں نہ ہوں۔ حاجی کے لئے جو عرفات میں ہے

اس کے لئے اس دن کا روزہ رکھنا منع ہے۔ محرم کے مہینہ کا روزہ رکھنا مستحب ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ رمضان کے روزے کے بعد کون سے روزے افضل ہیں۔ انہوں نے کہا: وہ مہینہ جسے تم محرم کے نام سے پکارتے ہو۔ ہر چاند ماہ کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کا روزہ مستحب ہے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم فرمایا کہ ہم ہر مہینہ کے ایام بیض کے تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کے روزے رکھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ان دنوں کے روزے سال بھر کے روزوں کا ثواب رکھتے ہیں۔ ان دنوں کو ایام بیض اس لئے کہتے ہیں کہ ان دنوں میں چاند پورا روشن ہو جاتا ہے۔ اس طرح ماہ محرم کی نویں، دسویں اور گیارہویں تاریخ کا روزہ مستحب ہے۔

روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کی ایک جماعت کو مدینہ منورہ میں دیکھا کہ وہ یوم عاشورہ کا روزہ رکھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس روزہ کے متعلق دریافت فرمایا۔ انہوں نے کہا ہم یہ روزہ اس دن کی یاد میں رکھتے ہیں۔ جس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو فرعون اور اس کے فریب سے نجات دی تھی اور ان کے لئے مصر سے ہجرت کو آسان کر دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے مقابلہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حق کے زیادہ سزاوار ہیں اور میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس روزہ سے روزہ دار کے گزشتہ سال کے گناہوں کا کفارہ کر دیں گے۔ آپ نے اس دن کا روزہ رکھا اور مسلمانوں کو بھی اس دن روزہ رکھنے کے لئے فرمایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ یہودیوں کی مخالفت فرماتے تھے۔ اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا: دسویں تاریخ کے ساتھ نویں تاریخ کا روزہ بھی شامل کر لیا جائے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورہ کا روزہ رکھا اور یہ روزہ رکھنے کا حکم فرمایا تو لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! یہ وہ روزہ ہے جس کی یہود اور نصاریٰ تعظیم کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: انشاء اللہ آئندہ ہم نویں تاریخ کا بھی روزہ رکھیں گے۔ راوی کہتا ہے کہ آئندہ سال نہیں آیا کیونکہ دوسرے سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تھا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے عاشورہ سے ایک دن قبل اور ایک دن بعد مباح فرمایا تھا تاکہ یہود کی پوری مخالفت ہو جائے۔ علامہ ابن قیم نے عاشورہ کے متعلق جتنی احادیث وارد ہیں ان کے متعلق یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ اول بہتر یہ ہے کہ عاشورہ سے قبل اور بعد کا روزہ رکھا جائے دوسری صورت میں نویں اور دسویں تاریخ کا روزہ رکھا جائے' تیسری صورت یہ ہے کہ محرم کے پورے دس روزے رکھے جائیں۔

یہود کے روزوں کے اوقات پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہود کے عاشورہ کا روزہ ہمیشہ دسویں محرم کو نہیں پڑتا تھا۔ صرف اس سال اس روزہ کا وقوع دسویں محرم کو ہو گیا تھا جس کی طرف حدیث اشارہ کرتی ہے کیونکہ یہودی جنتری کا تعلق عیسوی جنتری سے ہے جو اسلامی جنتری سے مختلف ہے عاشورہ کے روزہ کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے کہ عاشورہ کا روزہ جاہلی عرب سے تعلق رکھتا ہے اور یہود کے روزہ سے اس کا تعلق نہیں ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: عاشورہ کے دن قریش جاہلیت میں روزہ رکھا کرتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہ روزہ رکھا کرتے تھے۔ جب آپ مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے یہاں بھی یہ روزہ رکھا اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو بھی اس روزہ کا حکم فرمایا۔ جب رمضان شریف کا روزہ فرض ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: جو چاہے اس تاریخ کا روزہ رکھے یا اسے ترک کر دے۔

مسلمانوں کے کچھ فرقوں نے روزہ کی کچھ قسموں کو اجتماعی حالات کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے۔ وہ ان دنوں انہی حالات کی مناسبت سے واقعات کی یاد میں روزہ رکھتے ہیں۔ شیعہ فرقہ کے کچھ لوگ ماہ محرم کی شروع تاریخ کے دس روزے رکھتے ہیں' رات کا قیام کرتے ہیں۔

درد اور داغ جتنے ہیں بدن کو تکلیف دیتے ہیں وہ یہ سب کچھ آل بیت کی یاد میں کرتے ہیں جنہوں نے کربلا میں شہادت پائی۔ مسلمان فقہاء کے نزدیک نبی شہید اور نیک شخص کی یاد میں کسی قسم کا روزہ واجب ہے اور نہ ہی مستحب۔

اسلامی روزوں سے زیادہ روزے جو تکرار کے ساتھ آتے ہیں ان کی دو قسمیں ہیں' پہلی قسم کا تعلق اجتماعی حالات سے ہے دوسری قسم کا تعلق موسمی حالات سے ہے لیکن وہ قسم جس کا تعلق اجتماعی حالات سے ہے وہ روزوں کی اہم قسم ہے ان کی اہمیت زیادہ ہے اور یہ روزے تعداد میں زیادہ ہیں اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ ان روزوں کا تعلق زندگی کے اہم واقعات سے ہے۔ ان روزوں سے ذہن میں گزشتہ واقعات کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ یہ روزے اکثر آسمانی مذہبوں میں پائے جاتے ہیں اگرچہ ان روزوں کی شرعی حیثیت واقعات کے مقابلہ میں زیادہ اہمیت رکھتی

باقی صفحہ ۱۴ پر

بشریٰ اعجاز

اُجالوں کی بارات

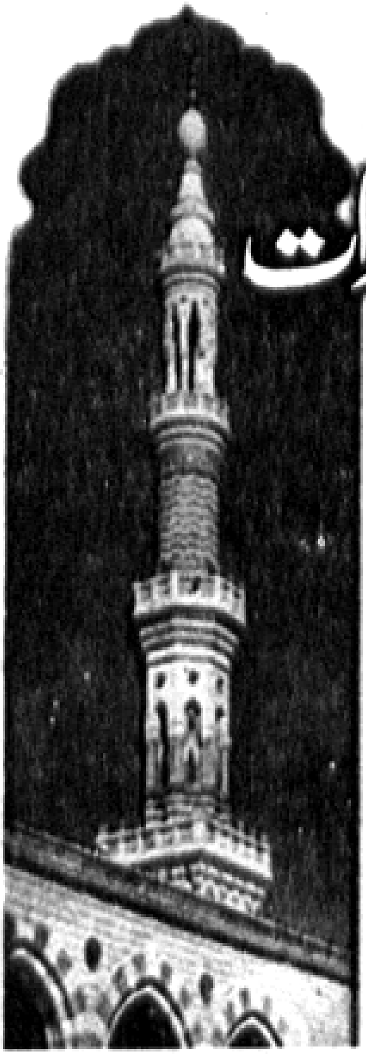

''سبز گنبد اپنی ابدیت سمیت اپنی عظمت سمیت' نظروں کے سامنے تھا۔ ہر طرف خاموشی' باادب نظریں' پانی پانی جسم' کانپتا لرزتا دل' بے حس وحرکت وجود یہ زندگی کا کیسا روپ تھا جو زندگی ہی سے بے خبر کر گیا تھا۔ ہر طرف نور کا سیلاب تھا۔ روشنیوں کا ایک جہاں تھا۔ میں کن روشنیوں اور نور کے مرکز پر پہنچ کر ٹھہر گئی تھی کہ دنیا کے تمام رنگ ماند پڑ گئے تھے۔ گنبد خضریٰ' نگاہوں میں' دل میں' زمینوں' آسمانوں میں' روح میں بدن میں' احساس میں' دھڑکنوں میں' خیالوں اور سوچوں میں' تقدیر میں' تدبیر میں' آس میں' امید میں' ہر طرف ہر سمت' ہر جگہ' ایک ہی جلوہ' ایک ہی منزل' ایک ہی رنگ' تمام رنگوں میں ڈھل گیا تھا۔ میں چکراتے سر کے ساتھ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہی تھی۔ شاید اس وقت تقدیریں بھی اپنی سربلندی پر نازاں تھیں۔ دل آنکھوں کو چپکے سے کہہ رہا تھا۔ بہت بھٹک لیا۔ بہت خوار ہولیا۔ اب اور سکت نہیں اور ہمت نہیں ہے۔ سنبھال لو۔ حفاظت سے احتیاط سے جلوؤں کے ان نازک آبگینوں کو۔ یہ بہت انمول ہیں' جان کے مول بھی سستے ہیں۔ بس ہمیں چھوڑ کر کب کی جا چکی تھی' ہم سب اپنے اپنے جذبوں کی دنیا میں تیرتے ہلکورے لیتے' سکھ کے کسی ساگر میں اتر گئے تھے کہ خبر نہ ہوئی' کتنا وقت گزر گیا۔ ہماری خود فراموشی کے سحر کو پاس سے گزرنے والے حجاج کے گروپ نے توڑا جو زور زور سے بولتے ہوئے

آؤ' وہ تھا تو عربی مگر اردو سے شاید واقف تھا۔ اس لئے میں نے اللہ اور اس کے حبیب ﷺ کی بھیجی ہوئی غیبی امداد کو تھام لیا جو اس لمحے میرے لئے خضر راہ تھی وہ سمندر کے بپھرتی' مچلتی لہروں کی تندی کو اپنے بازوؤں سے کاٹتا' مجھے گھسیٹتا اندر داخل ہو گیا۔ اندر پہنچ کر وہ میرے آگے لگ گیا۔ میں نے اس کے کندھوں کو مضبوطی سے تھام لیا۔ اس اللہ کے بندے نے مجھے قدم قدم اس بے پناہ بھیڑ سے اس طرح نکالا جیسے کوئی

مشکل ہی نہ ہو۔ ہم بڑھتے رہے۔ ریاض الجنۃ۔ اس نے مجھے زمین کے اس ٹکڑے کے بارے میں بتایا جسے جنت کے باغوں کی کیاری کہا جاتا ہے۔ ''حج نفل'' دو لفظ کتنے چھوٹے کتنے بامعنی۔ اشارے سے اس نے مجھے نفل پڑھنے کے لئے جگہ بتائی۔ نہیں' میرا وقتا سر ہل گیا۔ پتہ نہیں اس لمحے مجھے کیا ہو گیا تھا۔ نفل پڑھنے کو قطعاً دل نہ کر رہا تھا۔ ایک آگ تھی زرد

قریب سے گزرا انہیں دیکھ کر ہمیں بھی احساس ہوا کہ چلنا چاہیے اور اپنے سامان کو سنبھالتے ہم چل دیئے۔ سب پہلے وضو سے فارغ ہوئے اور پھر ہم مسجد نبوی کے سامنے جا پہنچے۔ ہجوم کے قریب پہنچ کر قدم رک گئے۔ گمان کے پھولوں بھرے راستوں پر چلتے چلتے حقیقتوں کے امتحان درپیش ہوئے تو جان کی کمزوری نے آن گھیرا۔ میں چپ چاپ وہاں شاید کسی معجزے کی آس میں کھڑی تھی کہ اچانک ایک ادھیڑ عمر آدمی عبا میں ملبوس سر پر سفید عمامہ ہاتھ میں تسبیح چہرے پر سیاہ وسفید ملی جلی داڑھی' میرے پاس آ کر ٹھہر گیا۔ ''حج زیارت'' یہ دو لفظ میرے ہونٹوں سے چلے پڑے۔ میری آنکھیں چھلک پڑیں۔ لفظ خاموش ہو گئے مگر سر ہاں میں ہل گیا

وصل جو ہجر کی کالی راتوں اور پھیکے دنوں کے بعد نصیب ہوا تھا' وصل جس کی امید زندگی کی علامت تھی' وصل جس کی آس پر لمحوں کے عذاب کٹے تھے۔ وصل جو تمنائے زیست بن گیا تھا۔ وہی وصل انجام وصل تن من نے پالیا تھا۔ مگر وہ سارے ستم سارے عذاب اس لمحے بول رہے تھے' در محبوب پر پہنچ کر ساری ہمتیں ٹوٹ گئیں تھیں۔ اب اور طاقت نہیں ہے مجھ میں۔ میرے محبوب اب اور جدائیاں سہنے کی ہمت نہیں ہے' مجھ میں مجھے پناہ چاہیے' مجھے امان چاہیے۔ ہر طرف خاموشی' ہر طرف سکوت طاری تھا۔ آقا ﷺ کا دربار عالی تھا' فریاد ون فریاد پیش کر رہی تھی۔ دنیا کی جلتی دوزخ کے چھالے دکھا رہی تھی۔ روح کے زخم دکھا رہی تھی اپنے ہی پانیوں میں غرق ہو رہی تھی' مجھے کچھ نہیں چاہیے اے مالک کون ومکان فقط آپ کے در کی غلامی چاہیے۔ فقط آپ کے مدینہ کی خاک چاہیے' مہر کی نظر چاہیے۔ فقط آپ کی در کی گدائی چاہیے۔ مجھے ہجر کے اندھیرے نہیں چاہئیں۔ مجھے وصل کے سویرے بخش دیجئے' فقط کرم کی نظر چاہیے۔

کی شدت تھی' طلب کی تڑپ تھی محبوب کے قریب پہنچ کر اس سے لمحہ بھر کی دوری بھی گراں گزر رہی تھی۔ رکنا مت' ٹھہرنا مت' ٹھہر گئی تو منزل کو کبھی نہ پاسکو گی۔ ان لمحوں کے جھومر کو اپنے نصیبوں کے ماتھے پر سجا لو ہمیشہ کے لئے' اگر یہ ہاتھ سے نکل گئے تو تمام عمر ترستی رہ جاؤ گی اور خدا گواہ ہے میرا دل اس وقت ریاض الجنۃ میں نوافل ادا کرنے پر آمادہ ہی نہ تھا۔ ریاض الجنۃ میں نوافل ادا کرنا جیسا کہ ارشاد نبی ﷺ ہے' یوں ہے جیسے جنت میں نوافل پڑھنا اور جس نے وہاں نفل پڑھ لئے وہ جنت کا مستحق ہو گیا۔ ان سب ارشادات سے باخبر تھی میں مگر اس جنت یا اس کا تصور بھی میرے پاس کہیں نہ تھا۔ کیونکہ ساری بات تو نسبت کی ہے۔ کسی کو جنت سے نسبت ہے اور کوئی جنت والے سے نسبت رکھتا ہے۔ یہ تو اپنے اپنے ظرف' اپنے اپنے تعلق کی بات ہے' اس وقت وہ جنت جو بعد از مرگ ملنے والی شے ہے' عجیب لگ رہی تھی' میرے روگ شاید آسمانی جنت کی دوا کے طالب کار نہ تھے۔ وہ تو اس حقیقی جنت کے متلاشی تھے جو روضے کی جالیوں میں پوشیدہ تھی۔ جو زمین پر محمد مصطفیٰ ﷺ کے نام کی صورت میرے پاس تھی میں اتنی نزدیکی و حقیقی جنت کو چھوڑ کر بعد از مرگ ملنے والی جنت کی تمنا کیسے کرتی۔ مجھ پر اس لمحے قربتوں کی راہوں میں ملنے والی دوریوں کا ایک پل بھی گراں گزر رہا تھا۔ میری جنت اور میرے درمیان بہت کم فاصلہ رہ گیا تھا کہ درمیان میں اچانک رکاوٹوں کی ایک دیوار آن کھڑی ہوئی۔ ہمارے سامنے رکاوٹوں کی دیوار' روضہ اقدس کا دربان کھڑا تھا اور ہمیں واپس جانے کا کہہ رہا تھا اس کے جواب میں میرا راہنما بھی کچھ کہہ رہا تھا۔ مگر وہ مسلسل انکار کر رہا تھا اور میرا راہنما اصرار' ان کی اس تکرار کے درمیان میرا حال اس خطاکار کا سا تھا جو بازی گری کی مقدرت رکھتا ہو نہ ساحری کی' بے عذر' بے زبان' خطاکار' اپنے عشق کا مارا' اپنے درد کا جلا۔ اپنی بدنصیبی پر مجھے خود ہی ترس آرہا تھا۔ جس جنت حقیقی کے لئے آسمانی جنت ٹھکرائی' وہی ہنوز دور تھی۔ اپنا تو وہی حال تھا کہ نہ ادھر کی رہی نہ ادھر کی۔ کیا کروں عجب بے بسی کا عالم تھا۔ میں سر جھکائے کھڑی تھی کہ میرے راہبر نے اس روکنے والے کا ہاتھ جھٹک کر پرے کیا اور مجھے لے کے آگے بڑھ گیا۔ میں لرزتی کانپتی اندر داخل ہو گئی' اندر پہنچ کر میرے قدم جیسے جام ہو گئے' میرا راہبر مجھے آگے لے جانے کی کوشش کرتا اور میں رکنے کی کرتی' وہ جگہ' وہ مقام جہاں میرا اللہ کا درود آکر ٹھہر گیا تھا۔ میری امید میرے ظرف کے جہانوں سے بڑھ کر تھا۔ میں جسے چراغ زیست لئے کھوجتی رہی' پل پل وہ سورج لمحہ میری دسترس میں تھا۔ میں اپنے بے قرار ہاتھوں سے اپنے سوختہ تن کو ٹٹول ٹٹول کر خود کو یقین دلانے کی سعی کر رہی تھی کہ میں عالم خواب میں نہیں' عالم حقیقت میں ہوں۔ قریہ جاں میں وصل کی بہار مسکا رہی تھی' میں لمحات وصل میں اپنے موم موم جسم کے ساتھ پگھلتی جا رہی تھی۔ وصل تو آگیا۔ بہاروں کا میلہ تو چھا گیا مگر تن کی نگری میں سکتہ کیوں طاری ہو گیا۔ لب گنگ کیوں ہو گئے' قدم بھاری کیوں ہو گئے۔ چلنے کی ہمت کیوں ٹوٹ گئی' میری خاموشی اور ٹھہراؤ نے میرے راہبر کو پریشان کر ڈالا۔ "حج زیارت" جالی تک آکر اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر چلانے کی کوشش کی' میں گھسٹ پڑی۔ السلام علیکم یارسول عربی یا محمد رسول اللہ اس کے لہجے کے سوز میں شاید میرے آنسوؤں کی نمی بھی شامل ہو گئی تھی۔ مخفی چیخوں کو دبانے' طلب کی شدتوں سے نبرد آزما ہوتی' میں ٹوٹ رہی تھی' اپنے مسیحا کے پاس پہنچ کر گزرے ہوئے شب و روز کے صدمات اپنے دریدہ تن کے ساتھ جاگ اٹھے تھے۔ تار تار دامن ہستی جہاں کی ستم آرائیوں کے ورد لئے حاضر تھا۔ ناامیدیوں کی داستانیں' ہجر کے فسانے' الم کی رودادیں۔ پل پل ہارنے کے قصے۔ پل پل جینے اور مرنے کی وارداتیں' لب گونگے تھے' مگر جسم کا ہر ہر عضو وقت کی بے وفائیوں کی گواہی دے رہا تھا۔ وقت جو عمر بھر آنکھ مچولی کھیلنے کے بعد آخر ہار گیا تھا۔ مگر اس کی ہار نے وجود کے اندر بہت سے زخموں کے پھول کھلا دیئے تھے اور مسیحا کے سامنے پہنچ کر وہ سارے پھول بہار دکھا رہے تھے۔ سرخ سرخ خون دل کی لالی سے رنگے ہوئے پھول۔ محبوب کے وصل کی جوت سے مسکرا رہے تھے۔ وصل جو ہجر کی کالی راتوں اور پھیکے دنوں کے بعد نصیب ہوا تھا' وصل جس کی امید زندگی کی علامت تھی' وصل جس کی آس پر لمحوں کے عذاب کٹے تھے۔ وصل جو تمنائے زیست بن گیا تھا۔ وہی وصل انعام وصل تن من نے پالیا تھا۔ مگر وہ سارے ستم سارے عذاب اس لمحے بول رہے تھے' در محبوب پر پہنچ کر ساری ہمتیں ٹوٹ گئیں تھیں۔ اب اور طاقت نہیں ہے مجھ میں۔ میرے محبوب اب اور جدائیاں سہنے کی ہمت نہیں ہے مجھ میں مجھے پناہ چاہئے' مجھے امان چاہیے۔ ہر طرف خاموشی' ہر طرف سکوت طاری تھا۔ آقا ﷺ کا دربار عالی تھا' فریاد در فریاد پیش کر رہی تھی۔ دنیا کی جلتی دوزخ کے چھالے دکھا رہی تھی۔ روح کے زخم دکھا رہی تھی اپنے ہی پانیوں میں غرق ہو رہی تھی' مجھے کچھ نہیں چاہیے اے مالک کون ومکان فقط آپ کے در کی غلامی چاہیے۔ فقط آپ کے مدینے کی خاک چاہیے' مہر کی نظر چاہیے۔ فقط آپ کی در کی گدائی چاہیے۔ مجھے ہجر کے اندھیرے نہیں چاہئیں۔ مجھے وصل کے سویرے بخش دیجئے' فقط کرم کی نظر چاہیے۔ آج اس ٹوٹے پھوٹے

تن کے ساتھ حاضر ہوں۔ مجھے پناہ دیجئے گونگے لبوں پہ حرف تمنا تو خیر کیا ہوتے' وہاں تو ہجر کے چھالوں کی دنیا آباد تھی جنہیں وصل کا مرہم سکون سے آشنا کر رہا تھا۔ جدائیوں کی خراشیں ملن کی شفا سے مٹنے لگی تھیں۔ خوش ہوا ہے دل کہ اندھیروں کی ردا چاک ہوئی۔ خوش ہوا ہے دل کہ ملن کی راہ استوار ہوئی' دامن دل جو فراق کے صدمات سے چھٹنے کو تھا' اسے نوید ہو کہ وصل نے اسے سرفراز کیا۔ جھکی جھکی نظریں اٹھنے کی ہمت نہیں پاتی تھیں۔ سر در محبوب کی سلامی دے رہا تھا۔ وجود خود سے آشنا ہو چکا تھا۔ نجانے وہ کیا کیفیت تھی کہ اب تک اسے بیان کرنے کے لئے لفظ نہیں مل سکے۔ لفظوں کی دنیا میں جسے کال پڑ گیا ہو۔ پھر سوچتی ہوں کہ الفاظ کی قسمت میں اتنی رسائی کہاں کہ وہ اس کیفیت تک پہنچ سکیں۔ وہ کیفیت جو شاید اظہار کا روپ دھار ہی نہیں سکتی تھی۔ وہ صرف اور صرف محسوس کرنے کی کیفیت۔ وہ ماضی وحال اور مستقبل کے زمانوں سے ہٹ کر لافانی زمانوں میں کھو جانے والی کیفیت۔ اس کیفیت کا کوئی نام نہیں' کوئی پہچان نہیں مگر وہ زندگی کی سب سے بڑی سچائی ہے' اس کیفیت نے یوں جکڑا کہ میں آس پاس سے قطعی بے خبر ہو گئی۔ وصل کے رنگین لمحوں میں یوں رنگی کہ زیست کے تمام رنگ پھیکے پڑ گئے۔ زندگی' زندگی سے یوں گلے ملی کہ تمام جسم وروح کی تھکن مٹنے لگی تن کے سب آلام فنا ہونے لگے۔ کہیں کوئی دکھ باقی نہ رہ گیا۔ زندگی سے تمام بے درد لمحے رخصت ہو گئے۔ خوشیوں کے ننھے منے سے جگنو پلکوں کے کھور میں ٹمٹمانے لگے۔ اجالوں کی بارات اتر آئی تن من میں۔ ''حج زیارت'' کسی نے مجھے پکارا میں نے جھکی ہوئی آنکھیں اٹھائیں۔ میرا راہبر مجھے چلنے کو کہہ رہا تھا۔ زیارت سیدی ابوبکر صدیق ؓ۔ میں سحر زدہ سی اس کے ساتھ چل دی۔ السلام علیک یا سیدی ابوبکر صدیق ؓ۔ اس کے لفظوں کو دہراتی اس کے ساتھ اس کا ہاتھ تھامے اس چھوٹے سے بچے کی طرح چل رہی تھی جو بھیڑ میں گم ہو جانے کے خوف سے ماں کا دامن نہ چھوڑ رہا ہو۔ یا سیدی عمر بن الخطاب ؓ۔ جھکی نظریں مزید جھک گئیں۔ وہ دربار عالی مقام اور اس کی شان معصیتوں کے غبار اور جلوہ آفتاب۔ ذہن سے تاریکیاں چھٹ رہی تھیں۔ جلوؤں کی سرچ لائٹ نے میرے اندر باہر چکا چوند روشنی پیدا کر دی تھی۔ میں چمک رہی تھی۔ روشنی میں نہا رہی تھی۔ اس بے پناہ روشنی نے آنکھوں میں پانی سا بھر دیا تھا۔ اندھیروں کی عادی نگاہیں بھلا اس چکا چوند سے پہلے کب واقف تھیں۔ اندھوں کی طرح اپنے راہبر کا ہاتھ تھامے چل رہی تھی۔ حاضری مکمل ہوگئی درود وسلام ادا ہو گئے۔ جسم وجان کے نذرانے پیش کرنے کی جسارت تو خیر کہاں سے آتی مگر جسم وجان کو فنا کر دینے والی خواہشوں کی تندی کچھ اور بڑھ گئی۔ میرا راہنما میرا ہاتھ پکڑے پکڑے مجھے چوکھٹ محبوب تک لایا۔ ''حج زیارت'' ختم جاؤ' اس نے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔ پھر جیسے مجھے ہوش آ گیا۔ میں نے اس غیبی فرشتے کو غور سے دیکھا جو خضر راہ تھا۔ میرے اس طرح دیکھنے سے ایک ہلکی سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر آئی۔ زیارت ختم۔ اس فرشتے کے لئے میرے دل میں احترام وتشکر کے جذبے پیدا ہو رہے تھے اللہ کے اس معجزے پر چشم بینا حیران تھی۔ میں کیا تھی۔ کیا بن گئی تھی۔ حاضری کے سلسلے میں اپنی معذوری اور امداد غیبی۔ مجھ گناہ گار کو اس نے کدھر لا کر کھڑا کیا تھا کہ میں اپنی ناشکری زبان سے تمام عمر بھی اس کی مہربانیوں کا شکر ادا نہ کر سکتی تھی۔ میں زبان کھولنے کے جتن کر رہی تھی' گنگ جذبوں کو گویائی کے لئے تیار کر رہی تھی۔ جب زبان ہلی' آنکھیں اٹھیں تو میرے آس پاس کچھ بھی نہ تھا لوگوں کی بھیڑ بہت کم ہونے کے باوجود مجھے کہیں خضر راہ نظر آیا جو میری ڈولتی ڈگمگاتی نیا کو کنارے پر لگا گیا تھا' بہت دیکھا مگر اس کا سراغ نہ پا سکی۔ تشکر کے جذبے اندر ہی اندر گھٹ کر رہ گئے۔ میں جسے اپنی ہی جیسا انسان سمجھ بیٹھی تھی شاید وہ واقعی ہی کوئی فرشتہ تھا۔ اس کا ہجوم سے نکل کر میری طرف بڑھنا بطور خاص مجھے مشکلوں سے نکال کر در حبیب ﷺ تک لے جانا' حاضری کی تمام رسمیں ادا کرانا اور پھر اچانک غائب ہو جانا' وہ سب کیا تھا' اس نفسانفسی اور مادیت پرستی کے دور میں ایک معجزہ تھا جو اچانک رونما ہوا اور مجھ بیمار ڈولتی لرزتی کو پار لگا گیا۔ وہ معجزہ پالینے والے کی قربت کا احساس مزید گہرا کر گیا۔ میں بہتی آنکھوں سے باہر کو چل دی۔ باہر رؤف رسول ﷺ کی چوکھٹ پر سر رکھ دیا۔ روح جو اس سے پہلے بڑی ناآسودہ' بڑی غیر مطمئن تھی۔ اس وقت در حبیب ﷺ کی چوکھٹ پر بہت سے عذابوں سے نجات پا چکی تھی۔''

بقیہ: روزہ کے مقاصد

ہے تاہم ان روزوں کو متعلقہ واقعات سے منسوب کیا جاتا ہے۔ دوسری قسم کے روزے جن کا تعلق موسمی حالات سے ہے اصحاب علم نے ان روزوں کے اسباب میں مختلف آراء کا تذکرہ کیا ہے۔ کسی نے اسے ستارہ پرستی کے مظاہر سے وابستہ کیا ہے اور کسی نے چاند وسورج کو عظمت کا نشان تسلیم کر کے روزوں کو ان سے عقیدت کا رشتہ جوڑ دیا ہے۔ انسانی فکر وخیال میں روزوں کی یہ شکل اور ترویج کا ابتدائی نکتہ یوں رونما ہوا کہ انسان نے جب کائنات پر نظر ڈالی تو اسے بہت سی چیزیں اپنے سے زیادہ قوی نظر آئیں جن کے سامنے اسے اپنی کمزوری کا احساس کرنا پڑا پھر اسی احساس کے پیش نظر انسان نے روزے کے مختلف ڈھنگ اختیار کئے جن میں تزکیہ نفس کم اور جسمانی ریاضت کا تصور زیادہ تھا۔

(مولانا) محمد اشرف کھوکھر

علو کے معنی بلندی اعلیٰ بزرگ مرتبہ اوج۔ علو کی بہت سی اقسام ہیں۔

(۱) علو مکانی۔ (۲) علو زمانی۔ (۳) علو ذاتی (۴) علو صفاتی۔

(۱) ہم میں سے اگر کوئی شخص کسی مکان کی پہلی منزل کا مکین ہے تو دوسری منزل پہلی منزل سے اونچی ہے عالی ہے۔ اسی طرح مکان یا فلیٹ کی نویں منزل دسویں منزل سے عالی ہے۔ ایک پہاڑ اردگرد کی تمام عمارات سے اونچا ہے اس کو علو مکانی کہیں گے۔

(۲) ہمارے آباؤ اجداد ہم پر علو زمانی رکھتے ہیں۔ ہم اپنی اولاد پر علو زمانی رکھتے ہیں۔

(۳) اگر کوئی شخص کمشنر تھا لیکن کسی وجہ سے اس کو معزول کر دیا گیا تو یہ اس کا کمشنر ہونا صفاتی علو تھا جو ختم کر دیا گیا یا ایک ٹریفک پولیس افسر کو شریف شہریوں سے عیدی کے نام پر رشوت (بھتہ) وصول کرنے کے جرم کے ثبوت میں معزول کر دیا گیا تو اس کا افسر ہونا عارضی تھا جو جرم کے ارتکاب کی وجہ سے ختم کر دیا گیا۔ اس کا علو مرتبی ختم ہو گیا۔ قبل اس کے ہر موٹر گاڑی والا اس کے ایک ادنیٰ اشارہ سے رک جایا کرتا تھا لیکن اس کے علو مرتبی کے مفقود ہونے سے اسے کوئی پوچھتا تک نہیں ہے تو معلوم ہوا بلند رتبے والا شان وشوکت والا قدر ومنزلت والا عظیم الشان ذات وہ العلی جل جلالہ ہے جو علو مرتبہ میں انتہا کو پہنچا ہوا ہے جو ہمارے فہم وادراک سے ورای الوریٰ ہے۔

رفعت عظمت اسی کو زیبا ہے جو علو مکانی علو زمانی علو ذاتی وصفاتی کو پیدا کرنے والا ہے اور وہی ”وھو العلی العظیم“ ہے۔ اسی کا فرمان بلند وبرتر ہے اسی اللہ کے لئے بلند ترین مثالیں ہیں اور اسی العلی جل جلالہ ہی کی تسبیح وتقدیس باعث رحمت وبرکت اور سعادت دارین ہے۔

کتنے بدترین تھے وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی دی گئی نعمتوں اور عارضی شان وشوکت کے سبب غرور وتکبر کیا اور کفران نعمت کرکے ہمیشہ کے لئے نشان عبرت بن گئے۔

نہ گور سکندر ہے نہ قبر دارا زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے
مٹے نامیوں کے نشاں کیسے کیسے بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے

معلوم ہوا انسان کی شان وشوکت آن بان وقتی اور عارضی ہے۔ اولاد مال جاہ وجلال اور کرسی اور عہدہ منصب اور اقتدار سب عارضی ہیں۔ ان سب کی وجہ سے علو عارضی ہے اور حقیقی علو العلی جل جلالہ کو زیبا ہے جو عزت وذلت کا مالک ہے۔

ایک گاؤں کا ایک قادیانی بہت بڑا زمیندار تھا جس کے بہت سے نوکر چاکر اور گردونواح کے زمیندار زیر اثر تھے۔ غریب ہاریوں اور کسانوں نے اپنی حویلیاں اونچی کر رکھی تھیں۔ کبر ونخوت کی وجہ سے مسجد تک جانے اور نماز روزہ حج زکوٰۃ سے شیطان نے روک رکھا تھا۔ آخر ایک دن موت نے اس کو دبوچ لیا۔ یہاں تک کہ وہ انتہائی ذلت کی موت مر گیا۔ اس کے مال واولاد نے اسے کچھ نفع نہ پہنچایا۔ اولاد نے اپنے اللوں تللوں میں کالے دھندوں سے کمائی گئی دولت تھوڑے ہی عرصے میں اڑا دی۔ یہاں تک کہ وہ قلاش ہو گئے۔ اس کا نشئی (نشہ کرنے والا) بیٹا کئی بار چوری کرتے ہوئے پکڑا گیا اور انتہائی بدحالی بدقماشی کی حالت میں اپنے باپ کی طرح ذلت کی موت مر گیا۔

(اللہ تعالیٰ ذلت کی موت سے بچائے۔ آمین)

بہت سے ایسے لوگ گزرے ہیں جو ہم پر علو مکانی رکھتے تھے لیکن ان کے نام زبان پر آتے ہیں تو ہم رضی اللہ عنہم رحمۃ اللہ علیہم اور نور اللہ مرقدھم کہتے ہیں ہمارا ادب واحترام سے سر جھک جاتا ہے۔ ان کے علو مرتبت کی وجہ سے تہہ دل سے دعائیں نکلتی ہیں تو صرف اور صرف اس وجہ سے کہ انہوں نے العلی جل جلالہ اور اللہ کے مبعوث کردہ انبیاء ورسل علیہم السلام کی فرمانبرداری کی انہوں نے اپنے نفس کو پہچان لیا۔ اطیعو اللہ واطیعو الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سعادت کے باعث سعادت دارین حاصل کی۔

معلوم ہوا انسان کی شان وشوکت آن بان قدر ومنزلت اور رفعت العلی جل جلالہ اور اس کے رسول آخرین صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کی وجہ سے ہے۔

آخر انسان اتنے فخر وغرور میں کیوں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ذرا اپنے آپ میں غور تو کرے کہ کتنی

غلاظت اٹھائے پھرتا ہے۔ اگر انسان میں خالق کائنات نے قوت ماسکہ نہ رکھی ہوتی تو دوسرا انسان اس کے قریب ہی نہ بیٹھ سکتا۔

اٹھارہویں صدی عیسوی میں انگریز سامراج نے مسلمانوں کے جذبہ جہاد کو مفقود کرنے اور مسلمانوں میں انتشار وافتراق پیدا کرکے اپنے اقتدار کو طول دینے کے لئے برصغیر پاک وہند کے ایک غلام مرزا غلام احمد کو کھڑا کیا۔ اس بدباطن نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ اس نے لکھا کہ "میں نے خواب میں دیکھا کہ میں خدا ہوں اور میں نے یقین کرلیا کہ میں وہی ہوں۔" (نعوذباللہ)(دافع البلاء ص ۱۱) اس نے خود اپنی کتابوں میں اللہ تعالیٰ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین' اولیائے امت" اور عامۃ المسلمین کے خلاف انتہائی غلیظ بکواسات اور مغلظات بکیں لیکن انتہائی ذلت کی موت مرا اور ہمیشہ کے لئے نشان عبرت بن گیا۔

معلوم ہوا العلی جل جلالہ کے ہاں دیر تو ہے اندھیر نہیں۔

عصر حاضر میں یہودیت' نصرانیت اور قادیانیت نے اپنے مال واسباب اور آلات حرب اور قدرتی وسائل پر قابض ہونے کے باعث ہر طرف سے مسلمانوں پر یلغار کررکھی ہے۔ غیر مسلم طاغوتی قوتوں نے امت مسلمہ کا جینا دوبھر کررکھا ہے۔ مسئلہ کشمیر' افغانستان اور اندرون پاکستان کا منصفانہ جائزہ لیا جائے تو حقیقت اظہر من الشمس ہوجاتی ہے۔ دیکھئے ہم ایک خدا اور ایک رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ایک آسمانی اور ابدی کتاب قرآن مجید پر پختہ اور غیر متزلزل یقین رکھنے والے ہیں۔ ہمارا رب العلی جل جلالہ ہے تو ہم غیر مسلم اقوام سے مرعوب کیوں ہوں!! ہم توحید وسنت کو مضبوطی سے تھام لیں۔ ایک خدا کے سامنے سرتسلیم خم کریں۔ اپنے آپ کو اسلام کے سانچے میں ڈھال لیں اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے برسرپیکار ہوجائیں۔

العلی جل جلالہ ہمیں انفرادی اور اجتماعی صورت میں پختہ ایمان ویقین کے ساتھ معیشت' معاشرت' اقتصادیات' اخلاقیات میں اعلیٰ مقام ومرتبہ پر فائز کرے اور دین ودنیا کی ترقیات سے بہرہ مند فرمائے۔ اے ہمارے پروردگار! تجھی پر ہم نے توکل کیا اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔ اے العلی جل جلالہ! تو ہمیں ان کافروں کی آزمائش میں نہ ڈال اور ہمارے رب! ہمیں بخش دے یقیناً تو ہی غلبے والا اور حکمت والا ہے۔ (آمین ثم آمین)

بقیہ: قادیانی اقوال

(تحفۃ الندوہ ص ۷ در وحانی خزائن ص ۹۸، ج ۱۹)

۵:......"اس جگہ کسی کو یہ وہم نہ گزرے کہ اس تقریر میں اپنے نفس کو حضرت مسیح پر فضیلت دی ہے کیونکہ یہ ایک جزئی فضیلت ہے، جو غیر نبی کو نبی پر ہوسکتی ہے۔"

(تریاق القلوب ص ۱۵۷ روحانی خزائن ص ۲۸۱ ج ۱۵)

اس کے برخلاف لکھتا ہے کہ:

"خدا نے اس امت میں مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے۔"

(ریویو آف ریلیجنز نمبر ۶ ص ۲۵۷ جلد اول مندرجہ حقیقۃ الوحی ص ۱۴۸، دافع البلاء ص ۱۳ روحانی خزائن ص ۱۵۲ ج ۲۲)

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تولتے وقت کچھ زیادہ جھکتا ہوا تولو۔" (مشکوٰۃ شریف)

جب بھی بولو سچ ہی بولو!
جھوٹ کی خاطر لب مت کھولو
ڈنڈی مت مارو سودے میں
جب بھی تولو جھکتا تولو

اعجاز رحمانی

حاجی محمد اکبر کو صدمہ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ژوب بلوچستان کے ناظم اعلیٰ جناب حاجی محمد اکبر کے چھوٹے بھائی عطاء اللہ اور ان کی ایک بھانجی کا گذشتہ دنوں بقضائے الٰہی انتقال ہوگیا۔ جناب عطاء اللہ ژوب میں عالمی مجلس کے بانی مجاہد ختم نبوت حاجی محمد علی مرحوم کے دوسرے فرزند تھے' مرحوم نیک' صالح نوجوان تھے اور علماء کرام سے بہت عقیدت رکھتے تھے' مرحوم گذشتہ چند سالوں سے بیمار تھے' گذشتہ دنوں وہ اس بیماری کی حالت میں خالق حقیقی سے جاملے' انہی دنوں حاجی محمد اکبر کی ایک بھانجی کا بھی انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ صدمات یقیناً غمزدہ خاندان کے لئے بہت بڑے صدمہ کا باعث ہیں۔ عالمی مجلس ختم نبوت کے امیر کرم مرکزیہ مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ' سید نفیس شاہ' مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری' مولانا اللہ وسایا' مولانا محمد اکرم طوفانی' مفتی محمد جمیل خان' مولانا نذیر احمد تونسوی' مولانا عبدالعزیز جتوئی' رانا محمد انور' ریاض الحق' مولانا عبدالودود' حاجی غلام حیدر اور دیگر تمام جماعتی رہنماؤں اور کارکنوں نے اس حادثے پر حاجی محمد اکبر سے دلی تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ مرحومین کو جنت میں اعلیٰ مقام دے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے (آمین) ہفت روزہ ختم نبوت کے قارئین سے ایصال ثواب اور دعائے بلندی درجات اپیل کی جاتی ہے۔

(ادارہ ختم نبوت)

تحریر: مولانا مفتی خالد محمود

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات

انسان اس دنیائے ہست و بود میں ایک تیز رفتار رہوار زندگی پر سوار ہو کر وارد ہوتا ہے۔ اس کا یہ سفر پیدائش سے شروع ہوتا اور مسلسل جاری رہتا ہے، راستہ میں مختلف منزلیں (بچپن، لڑکپن، نوجوانی، جوانی، کہولت، بڑھاپا وغیرہ) آتی ہیں مگر وہ کسی منزل پر نہیں رکتا، یہاں تک کہ موت کا پنجۂ استبداد اس سفر زندگی کو ختم کر دیتا ہے۔

انسان اس دنیا میں کوئی مقصد زندگی لے کر آتا ہے؟ یا صرف حیوانوں کی طرح بے مقصد زندگی گزار کر چلا جاتا ہے؟ اگر کوئی مقصد ہے تو کیا؟ اس مقصد کو پورا کرنے کی صورت میں انعام کیا ملے گا؟ پورا نہ کرنے کی صورت میں انجام کیا ہوگا؟ سزا و انعام کا یہ سلسلہ اپنی دنیا میں ہوگا یا اس کے لئے کوئی اور وقت طے ہے؟ اس زندگی کے علاوہ بھی کوئی زندگی ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو موجودہ زندگی کے اس پر کیا اثرات مرتب ہوں گے؟ انسان کی حیثیت کیا ہے؟ وہ خود مختار و آزاد ہے یا پابند؟ اگر پابند ہے تو کس حد تک، کس کے سامنے وہ جوابدہ ہے؟ یہ وہ بنیادی سوالات ہیں جو ہر انسان کو پیش آتے ہیں اور ایک بامقصد زندگی گزارنے کے لئے ان کا حل ہونا ضروری ہے۔

کسی بھی بات کو معلوم کرنے اور کوئی بھی علم حاصل کرنے کے چند ذرائع ہیں:

"(۱) حواس، (۲) وجدان، (۳) عقل، (۴) خبر۔"

ان سوالات کے جوابات حواس کے ذریعے نہیں معلوم کئے جا سکتے۔ حواس سے پانچ قوتیں باصرہ (دیکھنے کی قوت) سامعہ (سننے کی قوت) لامسہ (چھونے کی قوت) ذائقہ (چکھنے کی قوت) شامہ (سونگھنے کی قوت) مراد ہیں۔ ان حواس کا دائرہ کار بہت محدود ہے کیونکہ ان سے صرف ان چیزوں کا علم حاصل کیا جا سکتا ہے جو محسوس ہوں، معقولات کا علم ان حواس کے ذریعہ ممکن نہیں، اس لئے حواس ان سوالات کے جواب دینے سے قاصر ہیں۔

عقل کے ذریعے سے بھی یہ سوالات حل نہیں ہو سکتے۔ عقل کے ذریعے ایسی اشیاء اور ایسے علوم کو حاصل کیا جاتا ہے جو اب تک معلوم نہیں تھے مگر عقل بھی علم حاصل کرنے میں اپنے سے کمتر چیزوں کی محتاج ہوتی ہے کیونکہ اس کے مقدمات محسوسات ہی ہوتے ہیں، عقل کا تجزیہ کرنے سے معلوم ہوگا کہ عقل اپنے سفر میں جن نئی نئی معلومات کی سیر کرتی ہے اور حقائق کے بڑے بڑے دریا عبور کرتی ہے اس کا زاد سفر یہی محسوسات و مشاہدات ہوتے ہیں۔ اور جہاں محسوسات کا یہ زاد سفر ختم ہو جائے تو عقل بھی اپنا سفر جاری رکھنے سے عاجز آ جاتی ہے۔

انسان پیدائش سے پہلے کہاں تھا؟ موت کے بعد کہاں جائے گا؟ وہ کیوں آیا؟ کیا مقصد ہے اس کی زندگی کا؟ یہ باتیں نہ تو حواس کے ذریعہ سے معلوم ہو سکتی ہیں کیونکہ یہ چیزیں محسوسات کے دائرے میں نہیں آتیں اور عقل بھی ان کے جواب سے عاجز و درماندہ ہے، کیونکہ حواس اس سلسلہ میں عقل کی مدد کرنے سے قاصر ہیں مگر پھر بھی عقل نارسا نے ان کے جوابات دینے کی کوشش کی، فلسفہ کا سہارا لیا۔ مگر فلسفہ نے ان سوالات کو حل کرنے کے بجائے مزید الجھا دیا۔

وجدان سے مراد وہ قوت باطنی اور روحانی طاقت مراد ہوتی ہے جس سے محسوسات و معقولات کے علاوہ بہت سی اشیاء کا ادراک کیا جاتا ہے: بھوک، پیاس، غم، خوشی، راحت و تکلیف وغیرہ کا ادراک وجدان کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ جب یہی وجدان تزکیہ نفس کے نتیجہ میں نور باطن کی شکل میں جلا پاتا ہے تو بہت سی اشیاء کی حقیقتیں اس پر منکشف ہو جاتی ہیں۔ مگر وجدان بھی انسانی قوت ہے اس میں بھی خطا اور غلطی ہوتی ہے اور حواس و عقل کی طرح اس کا دائرہ بھی بہت محدود ہے۔

حواس، عقل، وجدان کا دائرہ صرف محدود ہی نہیں بلکہ ان میں اکثر غلطی بھی واقع ہوتی ہے کیونکہ یہ چیزیں خارجی اثرات سے آزاد نہیں۔ اس لئے یہ یقینی علم کا ذریعہ نہیں بن سکتے۔

علم کا ایک ذریعہ خبر ہے اور زیادہ تر علم اسی ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے، بہت سے لوگ ہیں جنہوں نے مکۃ المکرمہ نہیں دیکھا مگر اس قدر کثرت و تواتر

سے اس کی خبر پہنچی اور لوگوں سے سنا کہ صرف سن کر ہی اس مقدس شہر کے وجود پر یقین ہے اور ہر وہ شخص جس نے اپنی آنکھوں سے اس شہر کو نہیں دیکھا وہ بھی اس شخص کی طرح اس کے وجود کے بارے میں دوسرے کو خبر دے سکتا ہے جس نے اپنی آنکھوں سے وہ شہر دیکھا ہے۔

مذکورہ بالا حل طلب سوالات کے جوابات ہمیں خبر کے ذریعہ سے معلوم ہوتے ہیں اور یہ خبر اللہ کے برگزیدہ اور نیک بندوں نے وحی کے ذریعہ سے ہمیں دی، یہ نیک بندے انبیاءؑ و رسل کہلاتے ہیں۔ وحی سے مراد وہ یقینی اور پختہ علم ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں پر اپنے بندوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے منکشف کرتا ہے یا اپنے کسی قاصد (فرشتے) کے ذریعے رسولوں تک پہنچاتا ہے۔ اس علم میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہوتی۔ انبیاءؑ وحی کے ذریعے سے ان سوالات کے جو جوابات مرحمت فرماتے ہیں وہی نظریہ حیات اور ضابطہ حیات کہلاتا ہے۔

بالفاظ دیگر ایک بامقصد زندگی گزارنے کے لئے مذہب کی ضرورت ہے کیونکہ انسان کی تمام ظاہری اور باطنی قوتیں، اس کے حواس، اس کی عقل، اس کا مشاہدہ باطنی اس مقصد کے بتانے سے قاصر ہے اور جب بھی انسان نے قوتوں کے جوابات پر اپنے تمدن کی بنیاد رکھی اس میں ایسی بنیادی کجی باقی رہی کہ پوری دیوار ثریا تک کج ہی رہی اس میں استقامت پیدا نہ ہوسکی۔ انسان کی ظاہری و باطنی قوتوں کے عاجز و درماندہ ہوجانے کے بعد یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ ان بنیادی سوالات کا کوئی جواب نہیں اور اس دنیا میں انسان کا کوئی مقصد زندگی نہیں، اس لئے کہ کائنات وسعت، اس کی عظمت، اس کا مربوط نظام، اس کے قوانین کی ہمہ گیری، اس کے عناصر کا اعتدال، اس کی صنعت وحکمت، اس کی مرکزیت و مقصودیت اس بات کی گواہ ہے کہ اسے بے مقصد بے فائدہ پیدا نہیں کیا گیا، بلکہ اس کا بنانے والا بھی کوئی ہے اور اس نے کسی مقصد کے لئے اس کائنات کو بنایا ہے اور پھر انسان کو اس بساط ارضی پر جو مقام واہمیت حاصل ہے جس کے لئے قدم قدم پر وسیع انتظامات کئے گئے ہیں، جس کے لئے اس قدر وافر سامان موجود ہے کہ اس کی زندگی کے ایک ایک شعبہ کی تکمیل اور اس کی فطرت کے مخفی سے مخفی مطالبہ کی تعمیل ہوتی ہے۔ انسان کے اس مقام کو دیکھ کر عقل باور نہیں کرتی کہ اس کا کوئی مقصد نہیں اور وہ حشرات الارض اور حیوانات کی سطح سے ذرہ برابر بلند نہیں۔ اس لئے ان تمام مسائل میں خدا نے ہماری رہنمائی کا انتظام فرمایا اور انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا۔

اصل میں انسان روح اور جسم دونوں کا مرکب ہے وہ نہ تو جمادات وحیوانات کی طرح صرف مادہ اور جسم ہے اور نہ خالص روح ہے فرشتوں کی طرح۔ انسان میں زمین کے خزانوں، دفینوں، سرچشموں اور دنیا کی نعمتوں سے فائدہ اٹھانے کی صلاحیت کھانے، پینے کی خواہش، جنسی جذب، بھوک و پیاس، راحت طلبی، جدت پسندی بھی ہے اور پاکی و بلندی، بے نیازی واستغفار، رحم وکرم، ہمدردی وشفقت، صبر وحلم، قوت وقہر، صفائی و پاکیزگی اور امن وسلامتی بھی ہے یہی وجہ ہے کہ کبھی روح کا اس پر غلبہ ہوتا ہے تو روح اس کو اپنے اصلی منبع اور سرچشمہ کی طرف کھینچتی ہے اس کو اس کا منصب ومرکز، اس کا مقصد وفریضہ یاد دلاتی ہے، اس کے سامنے وہ روزن کھولتی ہے جس سے وہ اس نئے عالم کی بلندی اور لطافت کا مشاہدہ کرسکے۔ وہ اس کے دل میں شوق پیدا کرتی ہے اور اس کا حوصلہ بڑھاتی ہے۔ ثقیل اور کثیف مادیت کے خلاف بغاوت پر اور اس قفس زریں سے رہائی پر اکساتی ہے اور ان لامحدود وسعتوں میں پرواز پر آمادہ کرتی ہے جو مادیت کی ان پستیوں سے کوئی تعلق نہیں رکھتیں۔ پھر انسان اس بندھے ٹکے نظام سے آزاد ہوکر زندگی کے کچھ لمحات ایسے گزارنا چاہتا ہے کہ اس دنیا کے بے شمار اسباب تعیش اور سامان زندگی کی فراوانی کے باوجود وہ ان سب سے تعلق توڑ لے اور ان کو تھوڑی دیر کے لئے خیرباد کہہ دے اور اس میں وہ سکون ولذت اور اطمینان اسے نصیب ہوتا ہے جو انواع واقسام کے لذیذ کھانوں میں بھی میسر نہیں آتا۔

اور کبھی اس پر جسم و مادیت کا غلبہ ہوتا ہے اور زمام اقتدار جسم کے ہاتھ میں آجاتی ہے تو پھر وہ شتر بے مہار کی طرح آزادانہ ہر جگہ منہ مارتا ہے پھر وہ خواہشات ولذات کا بندہ بن جاتا ہے اور لذت پسندی وخواہش نفس کے دھارے میں بے قابو ہوکر بہنے لگتا ہے، اس کے سامنے اپنی خواہشات نفس اور شکم سیری کے علاوہ کوئی اور چیز نہیں ہوتی۔ کھانے پینے کے سوا ہر خواہش اس میں مرجاتی ہے، آرام طلبی اور عیش پرستی کے علاوہ ہر حس کند ہوجاتی ہے، وہ صرف اس لئے کماتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ کمائے اور انسان ایسی صورت میں خوشحالی و مادیت کی اعلیٰ سطح پر ہونے کے باوجود کولہو کے بیل کی طرح مسلسل گردش میں رہتا ہے۔

اس کے علاوہ انسان کا خمیر عشق ومحبت سے اٹھا ہے، یہ جذبہ فطری جذبہ ہے جو ہر انسان کی فطرت میں موجود ہے بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ حواس خمسہ کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو حاسہ عشق سے بھی نوازا ہے۔ یہ جذبہ قوی بھی ہوسکتا ہے اور کمزور بھی، ظاہر بھی ہوسکتا ہے اور مستور بھی مگر اس سے محرومی صرف اس بات کی علامت ہوگی کہ یا تو وہ اپنی استعداد کھوچکا ہے یا اپنی فطرت سے منحرف ہوکر جمادات میں داخل ہوگیا ہے۔

انسان عاقل بھی ہے، دل بھی ہے، اطاعت بھی ہے، محبت بھی، اس میں اس کی عظمت ہے اسی میں شرافت، اسی کی وجہ سے وہ بار امانت اسی پر ڈالا گیا جس کے اٹھانے سے زمین و آسمان پہاڑ سب معذرت کر چکے تھے اسی شہپر کی مدد سے اس نے ان بلندیوں پر اپنا نشیمن بنایا جہاں مقرب فرشتوں کے بھی پر جلتے ہیں۔

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

انسان کا اللہ کے ساتھ رشتہ و تعلق صرف عابد و معبود، خالق و مخلوق، حاکم و محکوم کا ہی نہیں بلکہ یہ محبت اور پاکیزہ جذبات کا بھی رشتہ ہے۔ یہ ایسا رشتہ و تعلق ہے جس پر ذوق و شوق، عشق و قربانی اور دل سوزی و بے قراری کا غلبہ ہے اسی جذبہ کی تسکین کے لئے، اسی بے قراری کو قرار بخشنے کے لئے دن میں کئی کئی بار نماز پڑھتا ہے، کبھی اپنے محبوب کے سامنے جھکتا ہے، تو کبھی اپنی پیشانی رگڑتا ہے اور کبھی ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو جاتا ہے، وہ نماز میں اپنے پیمانہ دل کو چھلکنے دیتا ہے، محبت و عشق کی اس تپش و بے قراری اور دل سوزی پر اپنے آنسوؤں کے چھینٹے ڈال لیتا ہے، کبھی اپنی روح کی پیاس بجھانے اور سوزش دل کو آرام پہنچانے کے لئے، اپنے نفس کی سرکشی کو لگام دیتا ہے اور روزہ کی مدد سے معدہ خالی کر کے مرغوبات کو چھوڑ دیتا ہے اور اپنی روح کو غذا پہنچاتا ہے، اور کبھی وہ جرأت رندانہ سے کام لیتے ہوئے ایک ہی جھٹکے میں اپنے طوق و سلاسل کو پاش پاش کر ڈالتا ہے۔ ایک ہی چھلانگ میں اپنی قدیم و تاریک، شکستہ و بوسیدہ، مصنوعی و مشینی اور مادی دنیا سے آزاد ہو جاتا ہے اور آزاد بے کراں، وسیع و لامحدود عالم میں پہنچ جاتا ہے، جہاں صرف محبت و شوق کی فرمانبرداری ہوتی ہے جہاں پہنچ کر رنگ و نسل، جغرافیائی حدود و قیود سے آزاد ہو کر، وحدت الوہیت، وحدت انسانیت وحدت دعوت اور وحدت مقصد کا قائل ہوتا ہے اور اپنے بھائیوں کے ساتھ آزادانہ لبیک کا ترانہ گاتا ہے۔

اس لئے ایسے مقصد حیات کی ضرورت تھی جو روح اور جسم ہر ایک کے تقاضے پورے کرے اور اس کے جذبہ محبت و شوق کی تسکین کا سامان فراہم کرے اور ایسا نظریہ حیات اور ضابطہ حیات صرف اسلام عطا کرتا ہے۔

اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب چاہے وہ آسمانی مذاہب ہوں یا لوگوں کے بنائے ہوئے جیسے بدھ مت، ہندومت، زرتشت وغیرہ ان میں سے کوئی بھی مذہب انسان کو مکمل نظریہ حیات اور زندگی کا ضابطہ نہیں دے سکتا۔ اس لئے کہ ان کی تعلیمات نہ تو مکمل ہیں اور نہ اپنی اصلی حالت پر موجود ہیں ان میں ردو بدل اور تحریف و تبدیل سے کام لیا گیا ہے۔ بدھ مت تو چند ریاضتوں اور مجاہدوں پر قائم ہے، ہندومت برہمن کو حقوق دینے اور اچھوتوں پر ظلم کرنے کے علاوہ کچھ نہیں، زرتشتیوں نے بھی آگ کے سامنے سر جھکا کر اور خیر و شر کے دو خداؤں میں اپنے آپ کو تقسیم کر رکھا ہے۔

ان تمام مذاہب کے مقابلہ میں اسلام ایک کامل و مکمل دین ہے۔ اسلام زندگی کے مسائل کا ایسا معقول عقدے کی گرہ کشائی کرتا ہے۔ دوسری طرف تہذیبی اور تمدنی زندگی کے لئے ایک مفصل لائحہ عمل دیتا ہے جو انسانی معاشرے کی تمام ضروریات کو پورا کرتا ہے اور صحت مند بنیادوں پر اس کے مستقبل کے ارتقاء کی راہیں ہموار کرتا ہے۔ اسلام پوری قوت کے ساتھ زندگی کی روحانی حقیقت کا اظہار کرتا ہے اور مادی وسائل کو اخلاقی مقاصد کے حصول کے لئے استعمال کرتا ہے۔ اسلام انسان میں یہ جذبہ پیدا کرتا ہے کہ دنیا کی ہر چیز تیرے لئے ہے لیکن تیرے مقاصد اس مادی دنیا سے بہت بلند و بالا ہیں۔

نہ تو زمیں کے لئے ہے نہ آسماں کیلئے
جہاں ہے تیرے لئے تو نہیں جہاں کیلئے

نظریہ حیات کے اعتبار سے اسلامی تعلیمات کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ایک وہ تعلیمات ہیں جن سے زندگی کی بنیادی حقیقتوں پر روشنی پڑتی ہے، ان تعلیمات سے انسان کی اصل حقیقت اور اس کا مقام واضح ہوتا ہے۔ ان تعلیمات سے بنیادی عقائد کی شکل میں انسان زندگی کی حقیقتوں سے روشناس ہوتا ہے۔ دوسری وہ تعلیمات ہیں جو زندگی کا مفصل قانون پیش کرتی ہیں، جو انسان کی معاشرت، معیشت، معاملات طے کرتی ہیں اور اخلاقی زندگی کا بھرپور آئیڈیل اور نمونہ پیش کرتی ہیں اسی عقیدہ اور ضابطہ عمل کا نام نظریہ حیات ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ ایک بھرپور حقیقی اور عملی زندگی گزارنے کے لئے اسلام نے جو نظریہ حیات ہمیں دیا ہے اس کی تعلیمات کا ایک حصہ تو وہ ہے جسے عقائد سے تعبیر کیا جاتا ہے اور دوسرا وہ حصہ ہے جو عملی زندگی، عبادات، معاملات، اخلاقیات، معاشرت و معاشیات وغیرہ سے تعلق رکھتا ہے۔

اسلام کے علاوہ اکثر نظامہائے زندگی انتہائی نامکمل اور تشنہ ہیں بلکہ انہیں نظامہائے زندگی یا نظریہ حیات کہنا درست ہی نہیں۔ اس نام کا مستحق تو صرف اسلام ہے۔ اسلام کی سب سے نمایاں خصوصیات یہ ہے کہ یہ زندگی کا نہایت منظم ضابطہ ہے، حیات انسانی کا کوئی گوشہ خواہ وہ انفرادی ہو یا اجتماعی، قومی ہو یا بین الاقوامی، معاشی ہو یا سیاسی، معاشرتی ہو یا قانونی اسلام کی ہدایات سے محروم نہیں، اسلام کے بارے میں یہ تصور کرنا کہ وہ صرف شخصی اور انفرادی معاملہ ہے اور نماز، روزہ تک محدود ہے۔

انسان کے تمام افعال و اعمال کا محور اس کے خیالات ہیں یہی اس کو بناتے اور بگاڑتے ہیں، یہ عام خیالات اصولی خیالات پر مبنی ہوتے ہیں، جن کو عقائد سے تعبیر کیا جاتا ہے، عام بول چال میں ان ہی جذبات و عقائد کو دل اور قلب سے معنون کیا جاتا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"انسان کے بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے وہ اگر درست ہو جائے تو تمام بدن درست ہو جاتا ہے اور اگر وہ بگڑ جائے تو تمام بدن بگڑ جائے۔ سنو وہ ٹکڑا دل ہے۔"

(بخاری)

ہمارے ہر عمل کا محرک دل کا ارادہ اور نیت ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔" (بخاری)

یہی وجہ ہے کہ عمل کی اصلاح قلبی اور دماغی اصلاح کے بغیر ممکن نہیں، عمل سے پہلے قلب و دماغ کی اصلاح مقدم ہے۔ قلب و دماغ پر اگر کسی چیز کی حکومت ہے تو وہ اس کا عقیدہ اور ایمان ہے۔ اسی لئے قرآن کریم نے جہاں عمل صالح کا تذکرہ کیا تو وہاں ایمان کو بھی ذکر کیا اور سب سے زیادہ اہمیت اور زور ایمان اور عقیدہ پر ہی دیا گیا ہے۔ یہی اسلام کا نمایاں شعار اور امتیازی خصوصیت ہے۔

حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے لے کر حضرت خاتم الانبیاء حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک انبیاء ایک معین عقیدے کی تعلیم و دعوت دیتے رہے اور اس کے مقابلہ میں کسی مفاہمت یا دست برداری پر تیار نہیں ہوئے۔ ان کے نزدیک بہتر سے بہتر اخلاقی زندگی اور اعلیٰ سے اعلیٰ انسانی کردار کا حامل نیک و صالح، سلامت روی اور معقولیت کا زندہ پیکر کسی صالح معاشرہ کا وجود، کسی مفید انقلاب کا ظہور، اس وقت تک کوئی قدر و منزلت نہیں رکھتا جب تک کہ وہ اس عقیدہ کا ماننے والا نہ ہو جس کو لے کر وہ آئے ہیں، جس کی دعوت ان کا نصب العین ہے۔

قرآن کریم ہمیں بتاتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جو خلیل اللہ تھے، جن پر اللہ کی خاص عنایتیں تھیں جو ایک جلیل القدر پیغمبر تھے بلکہ انبیاء کے جد امجد تھے، انہی کی نسل میں انبیاء کا سلسلہ جاری رہا جو نہایت نرم دل اور دھڑکنے والا دل رکھتے تھے، مگر ان تمام صفات کے باوجود انہوں نے اپنے حقیقی باپ کے لئے استغفار کی اجازت طلب کی تو منع فرما دیا گیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی اپنے باپ کی بت پرستی دیکھ کر ان سے بیزاری اور برأت کا اعلان کر دیا۔ صرف اس لئے کہ وہ اس عقیدہ کا ماننے والا نہیں تھا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب جنہوں نے آپ کو اپنے سایہ شفقت میں لیا، ہر وقت آپ کے لئے سینہ سپر رہے، ہر وقت جان و مال قربان کرنے کے لئے تیار، ہر وقت آپ کے ممد و معاون اور حامی و ناصر مگر آخر وقت تک اسی عقیدہ کو قبول نہیں کیا جس کی دعوت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نصب العین تھا، اس لئے اپنی تمام کوششوں کے باوجود آگ سے نجات نہ پا سکے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے استغفار پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے ان کو آگ کی لپیٹ میں گھرا ہوا پایا اور معمولی آگ تک ان کو لے آیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرمایا:

"اے اللہ کے رسول! ابن جدعان زمانہ جاہلیت میں بڑی صلہ رحمی کرتے تھے، مسکینوں اور غریبوں کو کھانا کھلاتے تھے تو کیا ان کے لئے یہ سودمند ہو گا؟

آپ نے فرمایا: "نہیں ان کو اس سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا کیونکہ انہوں نے کبھی اپنے رب حقیقی کی ربوبیت اور اپنی بندگی کا اعتراف نہیں کیا۔" (صحیح مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک اور روایت ہے فرماتی ہیں:

"غزوۂ بدر کے موقع پر جب مقام حرہ پہنچے تو ایک شخص آیا جس کی جرأت و بہادری مشہور زمانہ تھی اسے دیکھ کر صحابہ کرام کو بڑی مسرت ہوئی کہ اس سے ہمارے لشکر میں ایک اچھا اضافہ ہو گا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ کر اس نے عرض کیا کہ:

"میں اس لئے آیا ہوں کہ آپ کے ساتھ چلوں اور مال غنیمت میں شریک ہوں۔" آپ نے دریافت فرمایا:

"کیا تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہو؟"

کہا "نہیں"

آپ نے فرمایا: "واپس جاؤ میں کسی مشرک سے مدد نہیں لے سکتا"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں وہ کچھ ہی دور چلا تھا کہ واپس آیا اور وہی سوال و جواب ہوئے وہ پھر چلا گیا مقام بیداء پر پہنچا تو پھر پلٹا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دریافت فرمانے پر گویا ہوا کہ:

"ہاں میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہوں۔" تو آپ نے اسے اپنے ساتھ شریک کیا۔

دیکھئے کس قدر نازک وقت تھا، اس وقت ایک عام آدمی کی بڑی قیمت تھی چہ جائیکہ ایک آزمودہ کار سپاہی جس کی جرأت وشجاعت کی داستانیں مشہور ہوں، مگر ایمان کے بغیر اسے اہمیت نہیں دی گئی۔ اس قسم کے بے شمار شواہد ودلائل ہیں جو یہ بتاتے ہیں کہ بغیر عقیدۂ اور ایمان کے کسی اہم سے اہم کام کی کوئی اہمیت ووقعت نہیں۔

ان عقائد میں سب سے اہم اور بنیادی عقیدہ ''ایمان باللہ'' ہے باقی تمام عقائد اسی ایک اصولی عقیدہ کی تکمیل کے لئے ہیں۔ رسولوں پر ایمان اس لئے ضروری ہے کہ وہ اس کے فرستادہ ہیں، کتابوں پر ایمان اس لئے ضروری ہے کہ وہ اللہ کی نازل کردہ ہیں، ملائکہ پر ایمان اس لئے ضروری ہے کہ وہ اللہ کے فرشتے ہیں، یوم آخرت پر ایمان اس لئے ضروری ہے کہ وہ اللہ کے انصاف کا دن ہے، تقدیر پر ایمان اس لئے کہ وہ اللہ کی طرف سے ہوتی ہے، حقوق و فرائض پر عمل کرنا اس لئے ضروری ہے کہ وہ اللہ کے متعین کردہ ہیں۔

ایمان باللہ کے سلسلہ میں سب سے پہلے وجود باری تعالیٰ پر ایمان ضروری ہے کہ وہ ایک ہستی ہے جو تمام کمالات سے آراستہ اور ہر عیب ونقص سے پاک و منزہ ہے۔ اس کا وجود ہے اور وجود بھی ایسا جس کی کوئی نظیر اور شبیہ نہیں وہ ہر طرح کی مماثلت ومشابہت سے بلند وبالا اور ہر اس خیال واحساس اور مشاہدہ سے وراء الوراء ہے جس سے انسان مانوس اور واقف ہے۔

وجود باری تعالیٰ کے بارے میں قرآن کریم ہمیں بتاتا ہے کہ اس قادر مطلق خالق عالم اور صانع کائنات ہستی کا اعتراف انسان کی فطرت میں داخل ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے

ترجمہ ''اپنا منہ سب طرف سے پھیر کر دین کی طرف کرو، یہ خدا کی وہ فطرت ہے جس پر خدا نے لوگوں کو پیدا کیا، خدا کی خلقت اور پیدا کی ہوئی چیز میں کوئی تبدیلی نہیں، یہی سیدھا اور ٹھیک دین ہے۔'' (سورۂ روم)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی فطرت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

''ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی، نصرانی اور مجوسی بنا دیتے ہیں۔'' (مشکوٰۃ)

یعنی یہ جذبہ فطرت ہوتا تو ہر انسان میں ہے مگر خارجی اثرات اور ماحول ومعاشرہ سے متاثر ہوکر یہ جذبہ دب جاتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار اسی جذبہ کو ابھارا اور خاکستر میں دبی ہوئی اسی چنگاری کو ہوا دی۔

قرآن کریم کبھی تو دعوت دیتا ہے کہ اس کائنات اور اس کی وسعتوں اور اس کے مربوط ومنظم نظام کو دیکھو کس طرح قائم ودائم ہے۔ کیا یہ نظام آپ سے آپ وجود میں آ گیا؟ نہیں ہرگز نہیں بلکہ اس کا صانع وخالق اور اس کا بنانے والا موجود ہے۔ کبھی قرآن دعوت دیتا ہے کہ اس پر غور کرو کہ یہ گوناگوں عالم، یہ رنگارنگ کائنات یہ تاروں بھرا نیلگوں آسمان، یہ بوقلموں خاکی زمین، یہ آگ برساتا سورج، یہ روشن چاند، یہ جھلملاتے تارے، یہ سرسبز و شاداب درخت، یہ لہلہاتے کھیت، یہ لہریں مارتا سمندر، یہ سبک رفتار دریا اور ان پر رواں دواں جہاز و کشتیاں، یہ پہاڑ، یہ نیلگوں آسمان کی چھت، یہ زمین کا سبزہ زار فرش کیا وجود باری تعالیٰ پر دلالت نہیں کرتے؟ کبھی قرآن دعوت دیتا ہے کہ انقلابات لیل ونہار، شب وروز کا نور وظلمت، وقت مقررہ پر سورج کا طلوع وغروب اس بات کی دلیل ہے کہ کوئی ہے جس کے ہاتھ میں اس انقلاب ایام کی لگام ہے اور وہ اس کے سیاہ وسپید کا مالک ہے۔ کبھی وہ انفس وآفاق کے دلائل وشواہد پر غور وفکر کی دعوت دیتا ہے، یہ تمام باتیں نہ صرف یہ کہ اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلائل ہیں بلکہ اس کی وحدانیت پر بھی شاہد ہیں اگر اللہ تعالیٰ کے علاوہ بھی کوئی اور ہستی ہوتی تو کائنات کا یہ منظم نظام کب کا درہم برہم ہو چکا ہوتا۔ مگر یہ آج بھی روز اول کی طرح جوں کا توں قائم ودائم ہے۔ قرآن بیان کرتا ہے:

ترجمہ: ''اگر اس زمین وآسمان میں ایک سے زیادہ خدا ہوتے اللہ کے علاوہ تو دونوں میں فساد وبگاڑ پیدا ہو جاتا۔'' (انبیا)

جس طرح ایک سلطنت میں دو بادشاہ نہیں ہو سکتے ایک نیام میں دو تلواریں نہیں سما سکتیں، اسی طرح دو خدا بھی نہیں ہو سکتے، اس کائنات کی متضاد اشیاء کو دیکھو کہ باوجود تضاد واختلاف کے ان میں کس قدر تناسب اور ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔

اس کائنات کا حسن وجمال آسمان سے زمین تک سجی ہوئی بزم مختلف ومتعدد اشیاء میں پائی جانے والی حسین وجمیل وحدت اس بات پر شاہد عدل ہے کہ اس کا مدبر وخالق صرف اور صرف ایک ذات ہے۔ اس کارخانہ قدرت کا صانع جس کا وجود ضروری اور حتمی ہے، جس کا معدوم ہونا محال ہے، جو تمام صفات کمال سے متصف اور تمام عیوب ونقائص سے پاک ہے وہ صرف اپنی ذات ہی میں واحد نہیں بلکہ اپنی صفات وافعال میں بھی یکتا اور واحد ہے۔

پھر اسلام ہمیں رسولوں اور انبیاء پر اور ان کی لائی کتابوں میں ایمان کو ضروری قرار دیتا ہے۔ کیونکہ خدا کی مرضیات کو معلوم کرکے ان سے اجتناب کرنا دنیا اور آخرت کی کامیابی کے لئے ضروری ہے اور یہ ایسا

میدان ہے جہاں عقل وقیاس اور ذہانت و ذکاوت کچھ کام نہیں آتی، یہاں نہ عقل کے گھوڑے دوڑائے جاسکتے ہیں نہ قیاسات کی پتنگیں اڑائی جاسکتی ہیں۔

معروفات ومنکرات کا علم ہی سب سے افضل و برتر ہے، اسی پر انسان اپنی حقیقت سے واقف ہوتا، کائنات کی پہیلی بوجھتا اور زندگی کا راز معلوم کرتا ہے اور یہ علم انبیاؑ کے علاوہ کسی اور سے حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے انبیاؑ پر اعتماد اور ان پر ایمان ضروری ہے۔

اسلام اللہ اور رسولوں پر ایمان کے ساتھ آخرت پر ایمان پر بہت زیادہ زور دیتا ہے۔ انبیاؑ کی دعوت کے خدوخال کا ایک نمایاں پہلو یہ بھی ہے کہ وہ آخرت پر بہت زیادہ زور دیتے ہیں، یہ آخرت کا ہی عقیدہ ہے جو ایک صالح معاشرہ اور پاکیزہ تمدن کی بنیاد رکھتا ہے، انبیاؑ کی دعوت آخرت میں صرف یہی پہلو نہیں بلکہ یہ دعوت اندرونی کیفیت، قلبی جذبہ اور دردمندی کے ساتھ ہوتی ہے۔ یہ عقیدہ آخرت ہی ہے جو انسان کو یہ بتاتا ہے کہ اس دنیا کے فنا ہوجانے کے بعد ایک اور عالم ہے جہاں انصاف دنیا کے فنا ہوجانے کے بعد ایک اور عالم ہے جہاں انصاف ہوگا، ہر عمل کی جزا وسزا کا فیصلہ کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں جوابدہ ہونا ہے۔

عقائد کی تعلیم کے بعد اسلام عبادت پر زور دیتا ہے، انسان کی پیدائش کا یہی اولین مقصد ہے جو قرآن نے بتایا۔

ارشاد خداوندی ہے:

ترجمہ: ''اور میں نے جن وانس کو صرف اس لئے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کریں'' (سورۂ ذاریات)

تمام آسمانی شریعتوں میں عبادت مشروع رہی اور تمام آسمانی مذاہب میں عبادت کی دعوت دی گئی مگر اسلام نے عبادت کا جو تصور پیش کیا ہے وہ ہر اعتبار سے کامل ومکمل ہے۔ اسلام میں عبادت کا تصور صرف پوجا پاٹ اور خوشامد، نذر ونیاز اور عاجزی نہیں اور نہ ہی راہبانہ اور جوگیانہ تصور ہے کہ دنیاوی زندگی سے بالکل کٹ کر اور علیحدہ ہوکر نفس کشی اور مجاہدات و ریاضات میں وقت گزارا جائے۔ بلکہ اسلام یہ کہتا ہے: ''انسان اللہ کا بندہ ہے، اللہ اس کا خالق و مالک ہے، انسان کا حاکم صرف ایک خدا ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنے نائب کی حیثیت سے اس دنیا میں بھیجا، اس پر کچھ ذمہ داریاں، کچھ خدمتیں، کچھ پابندیاں، کچھ اختیارات دیئے ہیں۔ اس دنیا میں اس کا کام اپنے مالک کے مقصد کو پورا کرنا، اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنا اور ادا کرنا ہے، اسی کا نام عبادت ہے۔ بندہ کا تعلق اپنے خالق و مالک کے ساتھ بھی ہے اور اس کے بندوں کے ساتھ بھی، اس لئے اس پر حقوق العباد اور حقوق اللہ دونوں کی ذمہ داری ہے جسے اس نے بتایا ہے، ان حقوق کو صحیح طریقے سے ادا کرنا عبادت ہے، اسلام نے نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج کو بنیادی عبادت اور اسلام کے ارکان قرار دیا ہے، ان کی تفصیلات سے گریز کررہا ہوں کہ اس مختصر مقالہ کا دامن تنگ ہے اور عبادات کی تفصیلات کی وسعت اس میں نہیں سما سکتی ہے۔

اسلام نے انسان کو تزکیہ نفس اور اصلاح قلب پر بھی بہت زور دیا اور اس بات کی کوشش کی ہے کہ وہ غفلت و کاہلی کی زندگی نہ گزارے اور ہمہ وقت اس کا دھیان اور توجہ اپنے مالک کی طرف مبذول رہے۔ اسی لئے بہت سی دعائیں اور اذکار خاص خاص اوقات میں اور اس کے علاوہ عمومی طور پر انسان کو تعلیم دی۔

عقائد و عبادات کے بعد اسلام نے اخلاق پر بہت زیادہ زور دیا ہے۔ اسلام نے جو اخلاقی نظام پیش کیا ہے اس میں کسی بھی طرح خامی اور کمی نہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مقصد ہی مکارم اخلاق کی تکمیل بتایا ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا:

''میری بعثت ہی اس سے ہوئی کہ میں مکارم اخلاق کی تکمیل کروں۔'' (موطا امام مالک)

اللہ تعالیٰ نے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقاصد بعثت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

ترجمہ: ''خدا نے مومنوں پر احسان کیا کہ ان میں ان ہی کا ایک رسول بھیجا جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے، ان کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔'' (سورۂ آل عمران)

تزکیہ نفس ہی اخلاق کی تعلیم ہے۔ اسلام اخلاص، صبر وتحمل، عدل وانصاف، عفو ودرگزر، یقین و توکل، امانت وصداقت، امن وسلامتی، استقامت، پرہیزگاری اور تمام اچھے اوصاف کی تعلیم دیتا ہے بلکہ ان کا حکم دیتا ہے اور ظلم وچوری، ڈاکہ زنی، جھوٹ، ناانصافی، نفس پرستی، تکبر وغرور، زنا وغیرہ تمام برائیوں سے اجتناب اور دور رہنے کا حکم دیتا ہے۔

اسلام کا معاشرتی نظام بھی عقائد وعبادات اور اخلاقی نظام کی طرح مستحکم اور ہمہ گیر ہے، اس کے معاشرتی نظام کا پورا مزاج عدل وانصاف پر مبنی ہے، یہ نظام ایسا جامع ہے کہ زندگی کے تمام مظاہر اور ہر طرح کی سرگرمیاں اس کے دائرے میں آجاتی ہیں۔ ہر انسان کے قلب وضمیر اور اس کے معاملات زندگی دونوں پر محیط ہیں، اور اپنی ہدایات اور قانون سازی میں دین و دنیا دونوں پر حاوی ہے۔ اسلام کے معاشرتی نظام میں ہر فرد کے حقوق ہیں۔ ماں باپ، اولاد، شوہر، بیوی، پڑوسی، راعی (بادشاہ وحاکم) رعایا

سب کے حقوق ہیں حتیٰ کہ جانوروں اور جمادات کے بھی حقوق ہیں۔ انفرادی حقوق بھی اور اجتماعی حقوق بھی اسلام کے معاشرتی نظام میں پائے جاتے ہیں۔

اسی طرح معاشی نظام بھی ایسا مکمل اور جامع ہمیں اسلام نے عطا کیا کہ اس نظام کے بعد کسی اور نظام کی ضرورت باقی نہیں رہتی' نہ سوشلزم و کمیونزم کی طرف دیکھنے کی ضرورت ہے نہ کیپٹل ازم اور سرمایہ داری کے خوشہ چینی کی ضرورت ہے۔

اسلام سب سے پہلے تو یہ بتاتا ہے کہ اصل مالک اللہ تعالیٰ ہے' تمام نعمتیں' دولت اور قوت و طاقت اللہ کی عطا کردہ ہے جو انسان کے پاس ایک امانت ہے مگر اس میں تصرفات کے مالکانہ اختیارات انسان کو دے دیئے کہ اللہ کی مرضی کے مطابق ان میں تصرف کیا جائے۔ اسلام کے معاشی نظام میں امانت و دیانت' حلال و حرام کی تمیز' باہمی رضامندی' جھوٹ و فریب سے پرہیز اور جائز و مباح کی تجارت پر زور دیا گیا ہے۔ اسلام سود کو حرام قرار دیتا ہے' ذخیرہ اندوزی' ملاوٹ' جوا' ارتکاز دولت اور اسراف کی ممانعت کرتا ہے۔ اس نے تجارتی اخلاق کا ایک ضابطہ مقرر کیا ہے۔ اس مال میں جو اللہ نے اپنے بندوں کو دیا ہے اسلام اس میں غریبوں کا حق زکوٰۃ' عشر اور صدقہ وغیرہ کی صورت میں ضروری قرار دیتا ہے۔

اسلام نے نظریہ تعلیم بھی دیا ہے اور سیاسی نظام بھی۔ غرضیکہ کوئی شعبہ زندگی کا ایسا نہیں جس میں اسلام نے رہنمائی نہ کی ہو اور اس کے متعلق کوئی اصول اور نظریہ پیش نہ کیا ہو اور یہی اسلام اور اس کے نظریہ حیات کی خصوصیت ہے کہ وہ کامل و مکمل اور جامع نظریہ ہے۔ اسی بنا پر ہم کہتے ہیں کہ اسلام ہی نظریہ زندگی اور ضابطہ حیات ہے۔

☆☆ ☆☆

نبی نہ آئے گا آمنہؓ کے لالؐ کے بعد

سید سلمان گیلانی

کوئی مثال بنے کیسے بے مثال کے بعد
نبی نہ آئے گا اب آمنہ کے لال کے بعد

اور رحیم ہے میرا اللہ کریم میرا رسول
یقین عفو کا ہوتا ہے اس خیال کے بعد

اور نبیؐ کے عشق میں پرواہ جان و مال نہ کر
ملیں گی قربتیں ایثار جان و مال کے بعد

اور جمال والے ہزاروں نظر پڑے لیکن
نہ جم سکا کوئی دل میں تیرے جمال کے بعد

تیرے خیال میں یوں ہوگیا ہوں محوِ خیال
کوئی خیال نہ آیا تیرے خیال کے بعد

نبیؐ و آل نبیؐ کے تھے جاں نثار اصحابؓ
درود بھیج صحابہؓ پہ نبیؐ کی آل کے بعد

اللہ ہر اک گدا کو عطا کررہے ہیں دل کی مراد
کبھی سوال سے پہلے کبھی سوال کے بعد

گرچہ ہم بھی ہیں ان کے غلام اے سلمانؔ
مگر کوئی بلال نہ پیدا ہوا بلالؓ کے بعد

Adarts-SUA-23/95-2K(R)

ردقادیانیت پر علماء کرام کی

سہ ماہی تربیتی کلاس

- عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر ملتان میں گاہے بگاہے ردقادیانیت پر تیاری کے لئے فارغ التحصیل علماء کرام کی سہ ماہی کلاس کا اہتمام کیا جاتا ہے۔
- 10 شوال 1422ھ سے سہ ماہی کلاس جاری کی جارہی ہے۔
- جو حضرات اس میں شریک ہونا چاہیں وہ درخواستیں بھجوادیں۔
- کلاس میں شرکت کے خواہش مند حضرات کا وفاق المدارس العربیہ پاکستان یا کسی مستند دینی ادارہ کا جید جداً میں سند یافتہ ہونا ضروری ہے۔
- ان حضرات کو قیام وخوراک کے علاوہ آٹھ سو روپے ماہانہ وظیفہ بھی دیا جائے گا۔
- ذوق مناظرہ اور شوق تبلیغ رکھنے والے حضرات جو امتحان میں باصلاحیت معلوم ہوں انہیں حسب ضرورت مجلس کے شعبہ تبلیغ میں خدمات کا موقع دیا جاسکتا ہے۔
- جملہ خواہش مند رفقاء سادہ کاغذ پر بمعہ مکمل پتہ کے درخواست بھجوادیں اور سندات ہمراہ لف کریں۔
- تعلیم 10 شوال کو شروع ہوجائے گی۔

درخواست ورابطہ کے لئے:

مرکزی ناظم اعلیٰ

(مولانا) عزیز الرحمن جالندھری

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان فون: 514122

REGD. NO. SS-160

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے حصول کیلئے

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

کے درج ذیل منصوبوں میں تعاون فرمائیں

اندرونِ ملک و بیرونِ ملک تبلیغی مشن اور مراکز کا قیام،

پوری دنیا میں معلمین کی تبلیغی سرگرمیاں اور قادیانیت کے سدباب کیلئے کوششیں،

اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک مدارس اور مکاتیب قرآن کا مربوط نظام،

اعلیٰ عدالتوں میں قادیانیت اور ردِ قادیانیت کے موضوعات پر مقدمات میں مسلمانوں کی پیروی

اندرونِ ملک و بیرونِ ملک ختم نبوت کانفرنسوں اور سیمیناروں کا اہتمام

ہفت روزہ ختم نبوت کے ذریعے تبلیغی سرگرمیاں،

چناب نگر ربوہ میں مساجد اور دارالمبلغین کا قیام

انٹرنیٹ کے ذریعے قادیانیت کے پروپیگنڈوں کا جواب،

ردِ قادیانیت، نزولِ مسیح اور دیگر اہم موضوعات پر سینکڑوں کتابوں کی تصانیف و تقسیم،

ان تمام منصوبوں اور عقیدہ کے تحفظ اور قادیانیت کی ارتدادی سرگرمیوں سے مسلمانوں کو بچانے کیلئے عطیات، زکوٰۃ، صدقات فطرہ کی رقوم سے بھرپور تعاون فرمائیں

شیخ المشائخ مولانا خواجہ خان محمد صاحب
امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

حضرت سید نفیس الحسینی
نائب امیر مرکزیہ

حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری
مرکزی ناظم اعلیٰ

ترسیل زر کے پتے

مرکزی دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، حضوری باغ روڈ ملتان فون نمبر: 514122
اکاؤنٹ نمبر 3464 UBL حرم گیٹ برانچ ملتان۔ پنجاب بینک 310 - 7734 NBL حسین آگاہی ملتان

دفتر ختم نبوت، پرانی نمائش، ایم اے جناح روڈ۔ کراچی فون 7780337-7780340
اکاؤنٹ نمبر 9-30048 ایم اے جناح روڈ برانچ - 927 ABL بنوری ٹاؤن برانچ، کراچی

ختم نبوت سینٹر 35-STOCKWELL GREEEN LONDON.SW9. 9HZ. U.K. PHONE: 0171-737-8199